ماہنامہ

تحقیقاتِ اسلامی

URDU MONTHLY MAGAZINE

March 2025

مُدِیرمَسئول

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

مُدیرتحریر

مولانا محمد صغیر قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن دعوت الی الحق کیرانہ ضلع شاملی کا

علمی، دینی، تحقیقی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

تحقیقاتِ اسلامی

جلد ۱۲ رمضان ۱۴۴۶ھ مطابق مارچ ۲۰۲۵ء شمارہ ۹

مدیر مسئول

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

بانی و مہتمم جامعۃ السعادۃ کیرانہ و صدر انجمن دعوت الی الحق

مدیر تحریر

محمد صغیر قاسمی

09897855010

sagheerqasmi@gmail.com

ترسیل کے لیے رابطہ کریں: محمد معظم رحمانی قاسمی 09359602830

موبائل نمبر: 09359602830 ای میل: tahqiqateislami2011@gmail.com

شرح خریداری:

فی شمارہ: ۳۰/روپے سالانہ: ۳۰۰/روپے اعزازی: ۵۰۰۰/روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہر طرح کی قانونی کارروائی کا حق صرف عدالتِ کیرانہ ہی کو ہوگا۔

خط و کتابت کا پتہ:

دفتر ماہنامہ "تحقیقاتِ اسلامی"

جامعۃ السعادۃ

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ کیرانہ ضلع شاملی (یوپی) انڈیا

Add: Office Tahqiqat-e-Islami
Jamiatus Sa'adah, Moh.Ibrahimpura
(Aal Kalan) Shamli Road, Kairana
Distt. Shamli (U.P.) India
A/c No. 3023002100004803
TAHQIQAT-E-ISLAMI
Punjab National Bank, Branch: Kairana

ناشر

تحقیقاتِ اسلامی

۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ ضلع شاملی (یو۔پی) ۲۴۷۷۷۴

پرنٹر پبلشر محمد عرفان نے جیوتی پرنٹنگ پریس منگلا مارکیٹ نزد مالویہ چوک، مظفر نگر سے طبع کرا کے دفتر تحقیقاتِ اسلامی ۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ شاملی سے شائع کیا۔

آئینہ

صریرِ خامہ

الشھر المبارک	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	(۳)

درسِ قرآن

تفسیر سورۂ ملک	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۶)

مقالات ومضامین:

اشکِ ندامت	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۱۱)
ماہِ رمضان اور...	علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ	(۱۴)
خواتین کی خدمت...	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	(۱۶)
قرآن کریم سے ترک...	مولانا زاہد الراشدی	(۲۰)
رمضان کا احترام اور...	مولانا امداد الحق بختیار قاسمی	(۲۲)
خودی اور دعا	مولانا غلام محمد صاحبؒ	(۲۷)
ہاں میں رمضانی مسلمان ہوں	نازش ہما قاسمی	(۳۱)
صدقۂ فطر...	مولانا محمد نجیب قاسمی	(۳۳)
فقہ وفتاوی	ادارہ	(۳۶)
افسانہ	ادارہ	(۳۸)

طب وصحت

رمضان المبارک میں کھجور کا استعمال	ادارہ	(۴۲)
احوال وکوائف جامعہ	ادارہ	(۴۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریرِ خامہ

الشہر المبارک

محمد صغیر قاسمی

اشرف المخلوقات انسان بھی بڑا عجیب وغریب، یہ مشتِ خاکی اگر عروج پر آئے تو سدرۃ المنتہٰی جا پہنچے، جبرئیل امین جیسے مقرب واشرف فرشتے کو بھی پیچھے چھوڑ دے، اور باغِ بہشت کا حق دارقرار پائے۔ رذالت وکمینگی پر اترے تو شیطان بھی اس کی حرکتوں سے شرما جائے، اسفل سافلین میں جا گرے اور نارِ جہنم کا کندن بنے، ایسا کیوں کر نہ ہو، جو خمیر ہی اس کی مٹی ٹھہری، جس میں نمو ہے، نمو فوق میں بھی ممکن ہے اور تحت میں بھی۔ نہ اسے فرشتوں جیسا بنایا گیا جو ہر وقت تسبیح وتحمید اور اطاعت شعاری میں مصروف اور نہ ابلیس کی طرح کہ جس کا کام ہی نافرمانی، سرکشی اور اغواء ہے، اس کے اندر رحم دلی، شفقت، موانست، باہمی تعاون، اطاعت جیسی عمدہ صفات اگر ہیں، تو یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان سے زیادہ شقی القلب، ظالم و جابر، نافرمان وسرکش بھی آپ کو نہیں ملے گا۔

اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے، اس کی تربیت نہ کی جائے، راہِ حق نہ دکھلائی جائے، تو شیطان اُچک لے جاتا ہے، کفر وطغیانی میں مبتلا کر دیتا ہے، اور یہ اس شوریدہ زمین کی مانند ہو جاتا ہے کہ جس میں نہ پانی ٹھہرتا ہے، نہ گھاس پودے اُگتے ہیں اور نہ اسے جوتا بویا جا سکتا ہے، بلکہ اگر کوئی چیز اس میں گر جائے تو زمین کی نمکینی اسے گلا کر اپنے میں ضم کر لیتی ہے، لیکن اگر عمدہ طریقے سے اس کی تربیت کی جائے، اطاعت ووفا شعاری اسے سکھائی جائے، خالق سے اس کے رشتے کو مضبوط کیا جائے، تو یہی نہیں کہ مزکّی ومجلّی ہو کر انتہائی اطاعت شعار، فرماں بردار، نیک وصالح، خلیق ورحیم انسان بن جاتا ہے، بلکہ ہزاروں گم کردہ راہانِ خدا کی ہدایت کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ جیسا کہ جب عمدہ زمین کو جوتا بویا جاتا ہے، مناسب مقدار میں پانی دیا جاتا ہے تو یہی نہیں کہ وہ لہلہا اٹھتی ہے، بلکہ نہ جانے کتنی مخلوقاتِ خدا کی شکم سیری کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

خالق جن وانس نے اس کا بھی انتظام کر دیا اور انسان کی رہنمائی، ہدایت، تزکیہ، تربیت اور تعلیم کے لیے اپنے رسولوں کو بھیج دیا، جو حق وباطل، حلال وحرام اور جائز وناجائز میں تمیز کر کے اسے جائز اور درست کاموں کے کرنے پر ابھارتے ہیں، اس کے قلوب کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف کر کے اخلاقِ حمیدہ کا خوگر بناتے ہیں، خالق ومالک کی شناخت کراتے ہیں، اس کی اطاعت وفرماں برداری سکھلاتے ہیں، مکائد شیطانی ودجالی سے آگاہ کر کے ان سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا کام فطرتِ انسانی کو بدلنا نہیں، خواہشات کو ختم کرنا نہیں، بلکہ ان کی راہ اور جگہ متعین کرنا ہے، ان کے حدود کی تعیین کرنا اور ان کے استعمال کا صحیح طریقہ بیان کرنا ہے، انبیاء علیہم السلام کھانے سے نہیں منع کرتے، ہاں

حرام کھانے سے منع کرتے ہیں، شہوت پوری کرنے سے نہیں روکتے، اس کے لیے ناجائز طریقہ اختیار کرنے سے روکتے ہیں۔ غصہ درست ہے لیکن برسرپیکار دشمنوں پر، مال کمانا جائز ہے، لیکن حلال طریقے سے وغیرذلک۔

سوال یہ ہے کہ ازسرتاپیر، مادّی دنیا وخواہشاتِ نفسانی میں غرق انسان کے اندر یہ حلال وحرام کی تمیز، اوراخلاقِ رذیلہ وحمیدہ کی تفریق، کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے، اور پھر کون ہے جو ہمہ وقت اس کی نگرانی کرے اور اسے روک لگائے۔ لیجیے اس کا بھی انتظام ہوگیا، قرآن کی اطاعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نتیجے میں آپ کو ایک چوکیدار بھی دے دیا گیا، جو خشیتِ الٰہی کا کوڑا لیے ہمہ وقت آپ کو آگاہ کررہا ہے۔ ہوشیار!

"ان مولاک لایراک حیث ینهاک"

(تیرا مولیٰ تجھے کسی ایسی جگہ نہ دیکھے جہاں سے اس نے منع کیا ہے) اسی چوکیدار کو تقویٰ کہتے ہیں، جس کو جلا بخشنے، قوت پہنچانے اور تازہ دم کرنے کے لیے اے خدا کے اطاعت شعار بندو! رمضان آگیا ہے۔

يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة: ۱۸۳)

(اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)

روزہ تقویٰ پیدا کرتا ہے، نفس کا تزکیہ کرتا ہے، ذہنی وجسمانی نظم وضبط پیدا کرتا ہے، انسانیت سے محبت کا شعور اجاگر کرتا ہے، صبر واستقامت عطا کرتا ہے، ایثار وقربانی اور باہمی اخوت ومحبت کا جذبہ ابھارتا ہے، بھوکوں کی بھوک کا احساس دلاتا ہے، غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کے تعاون کا شوق دلاتا ہے، غصہ کو فرو کرتا ہے، جذبۂ انتقام کو سرکرتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے، شہوت کو کنٹرول کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر خالق کائنات ربّ ذوالجلال سے بندے کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے، اس کی مکمل اطاعت پر ابھارتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچاتا ہے۔

یاد رہے روزہ صرف کھانے پینے سے بچنے کا نام نہیں، کھانے پینے کے ساتھ معاصی کے کاموں کو بھی چھوڑنا ضروری ہے، ارشادِ نبوی ہے:

من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه (بخاری)

(جس شخص نے جھوٹ، اور اس پر کاربند رہنا اور جہالت نہیں چھوڑی، پس اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے)

دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: الصيام جنة، فإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب، فإن سابه أحد أو قاتله فليقل: إنّي امرؤ صائم (متفق عليه)

(روزہ ڈھال ہے، پس جب کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ بدگوئی نہ کرے، اور نہ شور مچائے، پس اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے، یا قتل وقتال کرے تو روزے دار کو چاہیے کہ وہ اس سے کہے کہ میں روزہ دار انسان ہوں)

یہ ماہ مبارک زندگی میں ایک مرتبہ پھر سایہ فگن ہے، رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے، عام معافی کا اعلان کیا جا رہا ہے، دامن پسارے آگے بڑھئے اور دامنِ عصیاں کو دھل لیجیے:

"أتاكم رمضان شهر بركة يغشاكم الله فيه فينزل الرحمة، و يحط الخطايا و يستجيب فيه الدعاء، ينظر الله تعالىٰ إلى تنافسكم فيه و يباهي بكم ملائكته، فأروا الله من أنفسكم خيرا، فإن الشقي من حرم فيه رحمة الله (مجمع الزوائد)

رمضان کا بابرکت مہینہ تمہارے اوپر سایہ فگن ہوا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں (اس مبارک مہینے میں اپنی رحمت میں) ڈھانپ لیتے ہیں، بس اس میں رحمت نازل ہوتی ہے، خطائیں جھڑتی ہیں، اس میں دعا قبول ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مسابقت کی طرف دیکھتے ہیں، اور تمہارے ذریعے اپنے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں، پس تم اپنی ذاتوں سے اللہ کو بھلائی دکھلاؤ، بلاشبہ وہ شخص بدبخت ہے، جو اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔

اس ماہ مبارک کی برکتیں بے شمار، اس کی نعمتیں لازوال اور اسکے انوار بے حد وحساب، اس کی ہر شب، شب قدر اور ہر روز، روزِ عید، ہر لمحہ اعلان مغفرت اور ہر ساعت نزول رحمت، کمی ہے تو انوار کو سمیٹنے والوں کی اور رحمتوں سے اپنے دامن کو بھرنے والوں کی۔ عجیب بات ہے آقا کی نافرمانی اور خواہشات کی پیروی میں مصروف غلام کو، آقائے کریم اپنی رحمتوں سے ڈھانپنے اور اس کی خطاؤں کو معاف کرنے کا، صرف چند گھنٹے روزہ کے بدلے اعلان کرتا ہے، اپنی رضا حاصل کرنے کا ایک حسین موقعہ عنایت فرماتا ہے، لیکن یہ سرکش غلام اپنی سرکشی سے باز آنے کے لئے تیار نہیں۔

اے غافل! شیاطین بیڑیوں میں جکڑ دئے گئے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر کے جنت کے دروازے کھول دئے گئے ہیں، بے شمار لوگ جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل کر رہے ہیں، تو بھی خواب غفلت سے بیدار ہو، آگے بڑھ، اس مبارک مہینہ کی رحمت بھری ساعتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے دامن عصیان کو دھل لے اور جہنم سے ازادی کا پروانہ حاصل کر لے۔

روزوں کے ساتھ نمازوں کا بھی اہتمام کیجئے، مالوں کی زکوٰۃ اور جانوں کا صدقہ ادا کیجئے، تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے زبان کو ہر وقت تر رکھئے، تراویح اور تہجد کی پابندی کیجئے، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کیجئے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کیجئے، امانتوں میں خیانت نہ کیجئے، والدین، بھائی، بہنوں اور اعزاء واقرباء کے ساتھ حسن سلوک کیجئے۔ غریبوں، کمزوروں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کیجئے، غیبت، چغل خوری، کذب بیانی، اور شراب خوری سے اجتناب کیجئے۔

اس مبارک مہینہ میں اعمال صالحہ کا ثواب کئی گناہ زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے، دعائیں قبول کی جاتی ہیں، گناہ معاف کئے جاتے ہیں، مغفرت کے پروانے لکھے جاتے ہیں، اس کا ایک ایک لمحہ خیر وبرکت سمیٹے ہوئے ہے، آپ بھی اپنے دامن کو پھیلا دیجئے، جو کچھ مانگنا ہے رو رو کر، اور گڑگڑا کر اپنے رحیم وکریم آقا سے مانگ لیجئے، اور مغفرت کا پروانہ حاصل کر لیجئے۔ قبل اس کے کہ رواں دواں زندگی کی سانس رک جائے یا یہ بے پناہ رحمتوں کا مہینہ ختم ہو جائے۔

سورۃ الملک

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ۔ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ۔ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ۔

ترجمہ:

اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے واسطے ہے عذاب دوزخ کا اور بری جگہ جا پہنچے۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے، سنیں گے اس کا دہاڑنا اور وہ اچھل رہی ہوگی۔ ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے، جس وقت پڑے اس میں ایک گروہ، پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا۔ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا، پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز، تم تو پڑے ہوئے ہو بڑے بہکاوے میں۔ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے دوزخ والوں میں۔ سو قائل ہو گئے اپنے گناہ کے اب دفع ہو جائیں دوزخ والے۔

تفسیر

ان شواہد کے بعد پھر مسئلۂ معاد کو شروع کیا جا رہا ہے۔ ماقبل میں شیاطین کے لیے ''عذاب جہنم'' کا ذکر تھا، اس مناسبت سے ضروری ہوا کہ شیاطین کے سوا اور جس قدر کفار و مشرکین ہیں ان کا بھی انجام کار بیان کر دیا جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

''وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ''

(اور جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

رب کا لفظ مربی اور محسن کے ہم معنی ہے، پھر دیکھئے جو اپنے مربی و محسن کا انکار کرے اس کے لیے عذاب جہنم نہ ہو تو اور کیا ہو۔ اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا۔ انکار کرنا ایک تو یہی معمولی انکار ہے کہ اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کو نہیں مانا یا اس کے احکام کو نہ مانا، صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انہیں باتوں کے مرتکب کو کافر کہا جاتا تھا، شرک بھی اسی میں آ گیا۔ دوسرا: اسرے سے اس کی ذات کا انکار کرنا کہ خدا تعالیٰ ہی نہیں، جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور گلہ گزاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے ایسے لوگوں کے لیے یہی عذاب جہنم ہے گو ابدی نہ ہو۔

''إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا وَهِىَ تَفُورُ''

(جب اس میں ڈالے جائیں گے، سنیں گے اس کا دہاڑنا اور وہ اچھل رہی ہوگی) یعنی جب یہ کفار اس میں ڈالے جائیں گے تو بجائے خیر مقدم و مرحباً واہلاً وسہلاً کے جہنم کی آوازیں سنیں گے جو اس کے جوش سے نکلتی ہوں گی۔ جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے تو اس کے شعلوں میں سے ایک مہیب صدا آیا کرتی ہے اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی۔ وہ تنور جب زیادہ گرم ہوگا جس کو جوش اور غصہ کرنے اور غصے سے پھٹے پڑنے کو استعارۃً تعبیر کیا ہے تو اس کی دور دراز سے ہیبت ناک آوازیں آئیں گی العیاذ باللہ۔ (حقانی)

آیت میں ''شَهِيق'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک گدھے کی آواز جیسی آواز کو بھی کہتے ہیں اور شیر کی دھاڑ کو بھی۔ ہماری محاوراتی زبان میں ہیبت کے اظہار کے لیے شیر کی دھاڑ کا ذکر کیا جاتا ہے، گدھے کی آواز کا نہیں۔ گدھے کی آواز کراہت اور شور کا استعارہ ہے۔ لیکن جب کسی آواز سے ڈرانا اور ہیبت دلانا مقصود ہو یا اس کی عظمت اجاگر کرنا پیش نظر ہو تو پھر شیر کی دھاڑ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کا شعر ہے:

میں شیر ہوں جو دھاڑتا ہوں کچھار میں
بلی نہیں جو گھر ہی میں کرتی ہو میاؤں میاؤں

اس لیے مفادِ کلام کا تقاضا یہ ہے کہ ''شَهِيق'' سے شیر کی دھاڑ مراد لی جائے۔ یعنی جہنم انھیں دیکھ کر اس طرح جوش و غضب کا اظہار کرے گی جیسے شیر اپنے شکار کو دیکھ کر دھاڑتا ہے۔ اگلا جملہ اسی کا بیان معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کی دھاڑ سن کر محسوس ہوگا کہ جہنم جوش مار رہی ہے اور اس کا جوش و غضب اپنے پورے شباب پر ہے۔ (روح القرآن)

''تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ۔

(ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے، جس وقت پڑے اس میں ایک گروہ، پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ کیا، نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا۔) یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و محجوب کرنے کے لیے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آ کر پھنسے ہو، کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گرو گے جہاں ایسے ایسے عذاب ہوں گے۔ (عثمانی)

''پھٹ پڑے گی'' یہ جہنم کے جوش و غضب کی تعبیر ہے، یعنی اس کے غضب سے معلوم ہوگا کہ وہ غصے سے پھٹی

جا رہی ہے۔ہم بھی اپنی زبان میں جب کسی شخص کو بہت غصے کا اظہار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور یا محسوس ہوتا ہے کہ وہ غصے میں کھول رہا ہے، تو ہم اسے اسی طرح تعبیر کرتے ہیں کہ وہ غصے میں پھٹا جا رہا ہے۔جہنم کے غیظ وغضب کی وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا ہی سزا کے لیے کیا ہے اور سزا بھی ان لوگوں کے لیے جو قیامت کے دن کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزار کے آئے ہوں گے اور کسی پیغمبر کی بات پر انھوں نے کان نہ دھرا ہوگا۔اسی بنیادی صداقت کے اظہار کے لیے جہنم کے داروغے ان شامت زدوں سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے اعتراف کے لیے دلائلِ آفاق اور دلائلِ انفس کی کمی نہیں۔جو شخص بھی کھلی آنکھوں اور کھلے دل سے زندگی گزارے اس کے لیے قیامت کا وقوع انسان کے مقصد زندگی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی صفت عدل پر غور کرتا ہے اس کے لیے قیامت کا انکار اللہ تعالیٰ کے عادل ہونے کے انکار کے مترادف ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا کرم یہ ہے کہ اس نے ان بنیادی صداقتوں کے اعتراف کے لیے انسانی فطرت اور انسانی عقل کو کافی نہیں ٹھہرایا بلکہ انسانوں کے ہر گروہ کی طرف اس کے رسول آئے اور کتابیں نازل ہوئیں۔اس لیے جہنم کے داروغے انھیں ملامت کرتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ ان سے بنیادی حقائق کا اعتراف کراتے ہوئے یہ پوچھیں گے کہ کیا تمھارے پاس کوئی خبردار کرنے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے تم آج کے ہولناک انجام سے بچ جاتے۔(روح القرآن)

نذیر خدا کا رسول اور اس کی کتاب یا اس کے نائب، علمائے دین و واعظین ہیں۔اور جہاں کہیں یہ نہ آئیں تو وہاں احکام شریعہ پر مؤاخذہ نہیں وہاں نذیر عقل وفکر اور آیات قدرت میں غور وفکر ہی نذیر ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا حکم دیتا ہے وہاں صرف توحید ہی کافی ہے۔اور عمر کا تبدل حوادث، دہر، موت اقران و امثال بھی خدا کا نذیر ہے، جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کر کے عالم جاودانی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔مگر یہ غافل، شہوات کے ایسے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے کہ سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔(حقانی) تو وہ اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ "۔

(وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا، پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز، تم تو پڑے ہوئے ہو بڑے بہکاوے میں۔) یعنی ڈرانے والا تو آیا تھا اور اس نے ہمیں انذار کرنے میں کوئی کمی بھی نہیں کی۔لیکن یہ ہماری بدنصیبی تھی کہ ہم سے جس کسی نے بھی یہ خیرخواہی کرنے کی کوشش کی، ہم نے ایسے تمام لوگوں کی تکذیب کی اور ہم نے ان سے صاف کہا کہ تم جو بار بار یہ کہتے ہو کہ یہ دین اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، یہ شریعت اس کی طرف سے آئی ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ ہم ایک دن ایسا لائیں گے جب تم سے اس بات کا حساب لیا جائے گا کہ تم نے ہمارے احکام کے مطابق زندگی گزاری یا اس کی مخالفت میں۔تم یہ غلط کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بات نازل نہیں کی، اس کی طرف سے نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب اتری۔تم خود ایک بڑی گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہو اور ہمیں یہ ڈراوے سنا رہے ہو کہ مر کھپ جانے کے بعد ہم سب از سر نو زندہ کیے جائیں

گے اور ہمارے ایک ایک قول وفعل کا حساب ہوگا۔ آیت کے آخری جملے میں ''اَنْتُمْ'' کا لفظ آیا ہے جو جمع کی ضمیر ہے۔ حالانکہ جہنم کے داروغے ان سے سوال صرف ایک نذیر کے بارے میں کریں گے جو واحد ہے۔ اس میں دراصل یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے صرف ایک نذیر ہی کو نہیں جھٹلایا بلکہ جس نے بھی ہمیں قیامت کے دن سے خبردار کرنے کی کوشش کی، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہو یا اس کا کوئی ساتھی، ہم نے سب کو گمراہ ٹھہرایا اور ان کی تکذیب کی۔ (روح القرآن)

ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے۔ رسول اور کتابوں کی تکذیب ان کو نہ ماننا یا ان کے احکام وہدایات کو قبول نہ کرنا جیسا کہ کفار کرتے تھے۔ ہائے دنیا میں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے پھولوں کی جگہ ان کی راہ میں کانٹے بھی ڈالے: ''یا حسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزئون''۔ یا ان کے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب ان کو نہ ماننا، ان سے تمسخر کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا، ان پر بہتان لگا کر ان کے اعتبار میں فرق ڈالنا وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب، آیات الٰہیہ وحوادث دہر میں غور وتدبر نہ کرنا اور توحید وخدا پرستی پر نہ چلنا، رسوم وشہوات میں پڑا رہنا، بت پرستی و بدکاری سے باز نہ آنا۔ عمر کے تبدل، موت اقران وانقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب عبرت نہ کرنا، عالم جاوداجانی سے غافل رہنا اس حسی اور فانی جہان کی چیزوں پر مفتون ہونا ہے۔ ہائے افسوس اس نذیر کو ہم کس طرح جھٹلا رہے ہیں۔ بیماری یا مصیبت خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا اس کے بعد پھر ہم انہیں ظلمات میں مبتلا ہو گئے۔ اقارب واحباب سامنے مرتے ہیں، یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے: ؎

تمہیں ہے چلنی عدم کی منزل کہ جس میں کھٹکا قدم قدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہی مر گئے اور دنیا میں ان کا نام ونشان مٹ گیا، بھلا ہم کب مرنے والے ہیں۔ (حقانی)

''وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ''

(اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے دوزخ والوں میں) یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے ہی سچے نکلیں گے۔ اگر ہم اس وقت کسی ناصح کی بات سنتے یا عقل سے کام لے کر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعن دینے کا موقع کیوں (عثمانی)

یہ کافروں کے اعتراف کی مزید تفصیل ہے کہ وہ اپنی تکذیب اور سرکشی کا اعتراف کرتے ہوئے نہایت تأسف سے یہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اپنی طرف آنے والے اللہ تعالیٰ کے نبی کی باتوں اور اس کی تعلیمات پر کان دھرا ہوتا۔ طالبِ حق بن کر ان کی باتوں کو توجہ سے سنا ہوتا یا عقل سے کام لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کی ہوتی کہ فی الواقع وہ بات کیا ہے جو ہمارے سامنے کی جا رہی ہے تو آج ہم اہل جہنم میں سے نہ ہوتے اور یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہمارا مقدر نہ ہوتی۔

آیتِ کریمہ میں سننے کا ذکر، سمجھنے سے پہلے کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بات کی قبولیت کے لیے لازمی شرط یہ

ہے کہ پہلے اسے غور سے سنا جائے اور اگر وہ لکھی ہوئی چیز ہو تو اسے پڑھا جائے۔ اس کے بعد اس بات کا امکان ہوسکتا ہے کہ اس پر غور وفکر کی نوبت آئے اور پھر نتیجہ اقرار یا انکار کی صورت میں نکلے۔ لیکن جب کسی بات کو سننے سے ہی انکار کر دیا جائے تو اس کے سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اہل مکہ کا حال ایسا ہی تھا اسی لیے قرآن کریم جیسی دلوں میں اتر جانے والی کتاب بھی ان پر جلدی اثر انداز نہ ہوسکی ان کا رویہ یہ تھا کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انھیں قرآن کریم پڑھ کر سناتے تو وہ شور مچاتے اور سننے سے انکار کر دیتے اور لوگوں کو بھی تلقین کرتے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے مت سنو، بلکہ شور مچاؤ تا کہ بلا قصد بھی کوئی بات کان میں نہ پڑ جائے۔ (روح القرآن)

”وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحٰبِ السَّعِيرِ۔ فَاعْتَرَفُوا بِذَنۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيرِ“

(اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے دوزخ والوں میں سو قائل ہو گئے اپنے گناہ کے اب دفع ہو جائیں دوزخ والے) یعنی خود اقرار کرلیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں یوں ہی بے قصور ہم کو دوزخ میں نہیں ڈالا جا رہا۔ لیکن اس ناوقت کے اقرار واعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہوگا: اب دفع ہو جائیں دوزخ والے۔ ان کے لیے جوار رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔ (عثمانی)

****

تحقیقاتِ اسلامی محض ایک ماہ نامہ یا رسالہ نہیں ہے، بلکہ ایک دینی، علمی، اصلاحی اور فکری تحریک ہے، جس کا مقصد مغربی تہذیب اور اس کے عریاں وفحش لٹریچر سے متأثر افراد کے رُخ کو موڑ کر قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن کی جانب مائل کرنا ہے۔ قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اس تحریک سے جڑیں، گھر گھر اسے پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔ (ادارہ)

اشک ندامت

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

تمام عیبوں، کمزوریوں اور گناہوں پر مطلع ہونے کے باوجود، سب کو پوشیدہ رکھنے والے، رب کریم وغفور کی طرف رجوع ہوکر اشک ندامت بہانا، اپنے گناہوں سے توبہ کرنا، رب کو بہت پسند ہے اور صالحین کا اصل سرمایہ ہے۔ بندۂ مؤمن کو توبہ سے کبھی چھٹکارا حاصل نہیں، حتیٰ کہ موت تک اس سے وابستگی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (سورۃ النور: ۳۱)

(اے ایمان والو! اللہ کے آگے سب مل کر توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اپنی مخلوق میں سے سب سے افضل وبہتر مخلوق کو مخاطب فرمایا ہے کہ اپنے ایمان، اپنے صبر، اپنی ہجرت اور اپنے جہاد وغیرہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں، اور تمام مؤمنین کی کامیابی وفلاح کو توبہ پر موقوف ومنحصر فرمایا ہے، کلمہ "لَعَلَّ" (جو امید کے لئے استعمال ہوتا ہے) لاکر وضاحت فرمادی گئی کہ جب تم لوگ فائز المرامی کی امید پر توبہ کروگے تو فلاح پاؤگے، اس سے معلوم ہوا کہ فلاح کی امید صرف تائب لوگ ہی کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی تائبین میں سے بنادیں۔ آمین

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (الحجرات)

(اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ظالم لوگ ہیں)

لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم تو تائب کی، دوسری قسم ظالم کی ہے اور تیسری کوئی قسم نہیں، قرآن کریم نے غیر تائب کو ظالم کے نام سے یاد کیا ہے، کیونکہ جو اپنے رب اور اس کے حقوق اور اپنے نفس کے عیوب اور اپنے اعمال کی آفات سے ناواقف رہے، تو اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"یاأیھا الناس توبوا الی اللہ فواللہ انی لأتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ"

(اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو قسم اللہ کی میں دن میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

توبہ بندے کا اللہ کی طرف رجوع کرنا اور مغضوب اور ضالین (یعنی جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے اور جو گمراہ ہیں) کے راستہ کو چھوڑنا ہے۔

توبہ کی تین شرطیں ہیں:

(۱) پہلے گناہ پر شرمساری ہو، (۲) حال میں گناہ چھوڑ دے، (۳) اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔ اور یہ توبہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کے حق میں گناہ سرزد ہوا ہو۔

توبہ کی پہلی شرط ندامت وشرمساری کا ہونا ہے، کیونکہ اس کے بغیر توبہ کا وجود ممکن نہیں، اگر ندامت وپشیمانی نہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس گناہ پر اسے رضامندی اور خوشی ہے اور اصرار ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ: ''الندم توبة'' یعنی ''ندامت وشرمساری توبہ ہے'' باقی رہا گناہ کو چھوڑ دینا تو وہ اس لئے کہ گناہ کے ساتھ توبہ ہو ہی نہیں سکتی، یعنی دونوں میں منافات ہے۔

توبہ کی تیسری اور آخری شرط یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم وارادہ ہو، درحقیقت بنیادی طور پر پختہ ارادہ اور سچائی پر توبہ کا دارومدار ہے۔ بعض علماء نے توبہ کے شرائط میں سے گناہ کو دوبارہ نہ کرنا بھی لگایا ہے، فرمایا کہ جب اس نے دوبارہ گناہ کا ارتکاب کیا تو ہم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس کی توبہ باطل تھی، لیکن اکثر علماء اس شرط کے قائل نہیں ہیں۔

اگر گناہ کا تعلق کسی انسان کے حق کے ساتھ وابستہ ہو تو اس تائب (توبہ کرنے والے) پر ضروری ہے کہ اس فساد کی اصلاح کرلے یا جس کے حق میں اس سے غلطی اور زیادتی ہوئی ہے اس کو راضی اور خوش کرلے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی پر ظلم وزیادتی کی ہو چاہے وہ ظلم مال کے سلسلہ میں ہو یا عزت کے سلسلہ میں، تو اس کو چاہئے کہ آج اسے معاف کروالے، قبل اس کے کہ اس کے پاس نہ دینار ہوگا اور نہ درہم (یعنی آخرت میں) سوائے اچھائیوں اور برائیوں کے۔

معلوم ہوا کہ بندے کا گناہ دو حق کو شامل ہوتا ہے، ایک حق اللہ سے متعلق ہوتا ہے، دوسرا حق انسان سے۔ جو حق اللہ تعالی سے متعلق ہوتا ہے اس سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ آدمی اور اللہ کے درمیان ندامت وپشیمانی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، (کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس کے لیے صرف احساس ندامت کافی ہے، لیکن بندے کا حق صرف اس کے معاف کرنے ہی سے ختم ہوسکتا ہے۔

ایک ہے توبہ نصوح، جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

''يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ... الآية'' (التحريم)

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ، امید ہے تمہارا رب اتار دے تم پر سے تمہاری برائیاں اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔)

ان آیات میں دوزخ سے بچنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہی اہل وعیال کو بتلا کر جہنم کی آگ سے بچانے کا

طریقہ ہے وہ یہ ہے: اے ایمان والو اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو یعنی دل میں گناہ پر کامل ندامت ہو اور آئندہ اسکے نہ کرنے کا پختہ قصد ہو۔ اس میں تمام احکام دین فرائض واجبات بھی داخل ہو گئے کہ ان کا چھوڑنا گناہ ہے اور تمام محرمات ومکروہات بھی آ گئے کہ ان کا کرنا گناہ ہے۔ امید یعنی وعدہ ہے کہ تمہارا رب اس توبہ کی بدولت تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

توبۂ نصوح کا مطلب یہ کہ وہ ہر نقص وکمی اور ہر عیب وفساد سے پاک ہو جائے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: توبۂ نصوح کی تعریف یہ ہے کہ بندے کو اپنے ماضی پر ندامت ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم وارادہ ہو۔

امام کلبیؒ نے فرمایا: توبہ نصوح یہ ہے کہ زبان پر استغفار وتوبہ ہو، دل میں احساس ندامت ہو اور اعضاء پر مکمل پابندی ہو۔

امام ابن قیمؒ نے فرمایا کہ: توبۂ نصوح تین چیزوں کو شامل ہوتی ہے:

پہلی چیز یہ کہ وہ تمام گناہوں کو گھیرے ہوئے اور ان پر حاوی ہو جائے بایں طور کہ کوئی گناہ اس کی گرفت سے باہر نہ ہو۔

دوسری چیز یہ کہ عزم وارادہ کا توبۂ نصوح پر متفقہ طور پر فیصلہ ہو جائے، بایں طور کہ بندے کے نزدیک اس کے متعلق کسی بھی قسم کا تردد، ملامت یا انتظار اور خلجان کا شائبہ باقی نہ رہے، بلکہ عزم وہمت اور حوصلہ کیساتھ اس کی طرف اقدام اور پیش قدمی ہو۔

تیسری چیز توبہ نصوح کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان بیماریوں اور عیبوں سے پاک ہو جائے جو اس کے اخلاص وصدق کو مجروح کرے، اور اس سے محض اللہ کی خشیت اور خوف اور اس کے ثواب کی رغبت وشوق اور سزا سے خوف مقصود ہو، نہ کہ اس شخص کی طرح جو اپنی ضرورت، اپنی عزت، اپنے منصب اور اپنی ریاست کو بچانے کی خاطر توبہ کرے اور نہ اس کی طرح جو اپنی قوت، اپنے مال، یا لوگوں سے مدح وتعریف چاہے، یا ان کی مذمتوں سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے توبہ کا طریقہ اختیار کرے، یا اس لیے تاکہ اس پر بیوقوفوں کا تسلط واقتدار نہ ہو جائے، یا اپنی دنیاوی ضرورت کو پورا کرنے یا اپنی مفلسی وعاجزی کی وجہ سے توبہ کرے، اسی طرح اور بہت سی بیماریاں اور عیوب ہیں، جو اس کے اخلاص، صحت اور صدق فی اللہ تعالیٰ کو مجروح اور داغ دار کر دیتی ہیں۔

پہلی بات جس گناہ سے توبہ کرتے ہیں اس سے متعلق ہوتی ہے، دوسری بات تائب کی ذات سے متعلق ہوتی ہے اور تیسری بات جس کی طرف توبہ کرتے ہیں، اس سے متعلق ہوتی ہے۔ توبہ نصوح کے لیے صدق، اخلاص اور تمام معاصی کا ترک ناگزیر ہوتا ہے، اس کے لیے استغفار بھی بہت ضروری ہے، یہ توبہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور یہ سب سے افضل اور کامل ترین توبہ ہے۔

ماہِ رمضان اور اُس کی برکات وفضائل

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ

ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے، انوار وتجلیاتِ ربانیہ سایہ فگن ہوں گی، عاصی پُر معاصی ابن آدم کے لیے سامانِ مغفرت تیار ہوگا، جوادِ مطلق کے جودوکرم کا فیضان عام ہوگا، ایمان وعمل کی بہار آئے گی، توفیق وسعادت شکست خوردگانِ معصیت کا دامن تھامے گی، رندانِ بادہ نوش بھی ایک بار توبہ وانابت کی سلسبیل میں غوط لگا کر قدوسیوں سے قدم ملانے کی ہمت کریں گے، ابوابِ جنت مفتوح ہوں گے، ابوابِ جہنم پر قفل چڑھا دیئے جائیں گے۔ ''اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے شر کے قاصد! رُک جا'' کی غیبی صدائیں بلند ہوں گی، ہر رات بے شمار گنہگاروں کی آتشِ دوزخ سے آزادی کے فیصلے سنائے جائیں گے۔

نفسِ امّارہ کے تزکیہ واصلاح کے لیے حق تعالیٰ نے روزہ فرض فرمایا، تاکہ مومن تقویٰ کے بلند مراتب حاصل کرکے مرتبۂ ولایت پر فائز ہوجائے۔ راتوں کو قرآن کریم سننے سنانے کی ترغیب دی اور اپنا کلام پاک بندوں کی زبان پر جاری کرنے کے مواقع بہم فرمائے۔ روزہ سے نفس کے تزکیہ کا سامان اور روح کی تربیت کے لیے کلامِ پاک سے بہرہ اندوز ہونے کا انتظام فرمایا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ماہِ مبارک میں زمین کا رابطہ ملا اعلیٰ سے قائم کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو- جب سے لیل ونہار کا نظام قائم فرمایا ہے- عجیب وغریب برکات وتجلیات کا موسم بنایا ہے اور اس خاک کے پتلے کی اصلاحِ روح وتہذیبِ نفس کے لیے جب کبھی کوئی آسمانی تحفہ اُتارا ہے، اس کے لیے اسی ماہ کا انتخاب فرمایا گیا ہے۔ صحفِ ابراہیمؑ سے قرآن کریم تک تمام روحانی تحفے اور عجیب عجیب احکامِ ربانی اور قوانینِ الٰہی پر مشتمل نظام نامے سب اسی ماہِ مبارک کی برکات ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی تورات چھ تاریخ کو، عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل تیرہ تاریخ کو، داؤد علیہ السلام کی زبور ۱۸ر کو، اور قرآن کریم ۲۴ر کو نازل ہوا۔ (مسند احمد)

الغرض حق تعالیٰ نے ازل ہی سے کائنات کو اپنی رحمت سے سرفراز کرنے کے لیے اس ماہِ مبارک کو مشرف فرمایا ہے۔ بہرحال رمضان مبارک صحفِ سماویہ اور کتبِ الٰہیہ خصوصاً قرآن کریم کی ایک دینی یادگار ہے، جو وحیِ آسمانی نے خود قائم کی ہے، لیکن اس یادگار اور جشنِ وحی کے لیے صرف یہ صورتیں نہیں رکھی گئیں کہ جگہ جگہ چراغاں کیا جائے، در و دیوار عجیب و غریب جاذبِ نظر و دلکش مناظر سے آراستہ کیے جائیں، رنگارنگ قمقموں سے سرزمین جگمگا اُٹھے، شامیانے لگائے جائیں، تفریحات کا دور دورہ ہو، نہ عبادت کی فکر ہو نہ نماز کا خیال، نہ خدا کا نام ہو نہ کوئی دینی کام، بے جا اسراف وتبذیر کرکے قوم اور ملک کی توانائی کو ختم کیا جائے۔ گویا ایک خدا فراموش قوم کی زندگی ہو جس کو نہ ابتداء کی فکر ہو نہ انتہاء کا تصور، نہ مبدأ کا خیال ہو نہ معاد کا عقیدہ، یوں ہی لہو ولعب کی دنیا ہو اور عیش پرستی کا سامان۔ آج کل جو یادگاریں قائم کی جاتی ہیں اس کا حاصل تو یہی ہوتا ہے، لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ نے

دنیا میں اصلاحِ نفوس کے لیے بھیجی ہو، جس سے روحوں کو جلا ملے، جس سے انسان حیوانات اور درندوں کی صف سے نکل کر صحیح معنوں میں بااخلاق انسان بنے، اس کے لیے یادگار بھی ایسی ہونی چاہیے جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو، تاکہ بے عمل افراد باعمل، اور خدا فراموش قوم باخدا بن جائے۔ انسان درندوں اور جانوروں کی صفوں سے نکل کر فرشتہ خصلت بن جائے، غریبوں اور فقیروں کی خبر گیری کی جائے، مسکینوں، یتیموں پر رحم کیا جائے۔ الغرض انسان انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاق و اوصاف سے آراستہ ہو جائے۔

انہی مقاصد کے پیشِ نظر حق تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیئے اور راتوں کو قیام کی سنت جاری فرما دی، تاکہ بندۂ مومن اس کی راتوں میں قرآن پڑھے یا سنے، کبھی بارگاہِ عظمت وجلال کے سامنے سر بسجود ہو کر، کبھی جھک کر تعظیم وتقدیس بجا لائے، کبھی کھڑے ہو کر قرآن کریم کے رقت انگیز نغموں سے دل کو گرمائے، اور ''یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ'' (وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی) کا پیکر بن جائے اور دنوں میں اسی قرآن پر عمل کی توفیق نصیب ہو۔ آنکھیں نیچی اور زبان کلمۂ خیر کے علاوہ بند رکھے، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، نفسانی خواہشات کے کسی تقاضے کو پورا نہ کرے، صدقہ وخیرات کرے، ہر کارِ خیر کی طرف لپکے اور اس کی بجا آوری میں دریغ نہ کرے، ہر برائی سے بچے۔ الغرض سیرت وصورت اور عمل وکردار کے لحاظ سے سراپا فرشتہ بن جائے۔ ظاہر و باطن کی ایسی اصلاح ہو جائے کہ اس کے سرتاپا سے ظاہر ہو کہ یہ ایک باخدا قوم کا فرد ہے۔ اب آپ کے خیال میں ماہِ رمضان اور نزولِ قرآن کا باہمی تعلق واضح طور پر آ گیا ہوگا۔ یہ ہے حقیقی یادگار نزولِ قرآن کریم کی۔

* *

واللہ خیر الرازقین

ایک شخص کا ایک غلام تھا جو بہت محنتی اور ایماندار تھا اس کی ماں، بیوی اور بچے بھی اس کے ساتھ تھے۔ ایک دن وہ کام پہ نہ آیا تو اس کے مالک نے سوچا کہ مجھے اس کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دینا چاہیے تاکہ وہ اور دلجمعی سے کام کرے اور آئندہ غائب نہ ہو۔ اگلے دن مالک نے اس کی مقررہ تنخواہ سے کچھ زیادہ پیسے اسے دیے جو اس نے خاموشی سے رکھ لیے اور کچھ نہ کہا، لیکن کچھ دنوں بعد جب وہ دوبارہ غیر حاضر ہوا تو اس کے مالک نے غصے میں آ کر اس کی تنخواہ میں کیا گیا اضافہ ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور اگلے دن پھر اس کو پہلے والی تنخواہ ہی دی، غلام نے اب بھی خاموشی اختیار کی اور کچھ نہ کہا تو مالک نے پوچھا: جب میں نے اضافہ کیا تو تم خاموش رہے اور اب جب کمی کی تو پھر بھی خاموش ہو کیوں؟

تب غلام نے جواب دیا: جب میں پہلے دن غیر حاضر تھا تو اس کی وجہ بچے کی پیدائش تھی اور آپ کی طرف سے تنخواہ میں اضافے کو میں نے وہ رزق خیال کیا جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا، اور جب میں دوسری مرتبہ غیر حاضر تھا تو اس کی وجہ میری ماں کی وفات تھی اور آپ کی طرف سے تنخواہ میں کمی کو میں نے وہ رزق خیال کیا جو وہ اپنے ساتھ واپس لے گئی۔ پھر میں اس رزق کے خاطر کیوں پریشان ہوں جس کا ذمہ خود اللہ نے اٹھایا ہوا ہے۔

خواتین کی خدمت میں چند باتیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اسلامی معاشرت خواتین اور برادران! میں اس عزت افزائی کے لیے بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس مجلس میں یاد کیا اور ایک اہم نازک موضوع پر، جو پوری زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھوں گا اور بتاؤں گا کہ اسلام معاشرت کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کا تصور کیا ہے اور وہ اس بارے میں کتنا حقیقت پسند واقع ہوا ہے۔ یہ آیت سورہ نساء کی ہے، سورہ نساء کا نام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ اناث کو اور جنس لطیف کو کیا مقام دیا ہے، سورہ نساء کی پہلی آیت ہے:

”یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیراً وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِی تَسَاءَلُوْنَ بِہِ الاَرْحَامَ إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیبًا“

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدم) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین) پر پھیلا دیا اور اللہ سے، جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو)، کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر نگہبان ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ طبقہ اناث کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد و عورت کی ذمہ داری اور تعلقات کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے، پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان دو طبقوں کی خلقت ایک ہی طرح ہوئی ہے اور ان دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے ایسی وابستہ ہے کہ گویا ایک جسم کے دو حصے ہوں، مرد و عورت کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلی اس وجہ سے ہے کہ دونوں زندگی کا سفر خوش گواری سے طے کر سکیں۔ پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ سے ہے، پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تضاد، کوئی بیر نہیں، بلکہ وہ جا کر ایک ہی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں، اس دنیا میں سفر کرنے والے انسان کو ہم سفر اس کی جنس سے دیا گیا ہے اور وہ اس کے جسم کا حصہ ہے، پھر اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسانی کی آفرینش اور افزائش ہوئی، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفاقت اور ہم سفری میں برکت عطا فرمائی کہ جو دو تھے ان سے ہزاروں ہوئے اور ہزاروں سے لاکھوں، کروڑوں ہوئے، یہاں تک کہ صحیح تعداد کا شمار کمپیوٹر بھی نہیں لگا سکتا کہ کتنے انسان پیدا ہوئے؟ اس کو صرف خدا جانتا ہے۔ ”کَثِیراً“ کے لفظ سے خدا نے ان کی کثرت کی طرف اشارہ فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، قرآن مجید میں انقلابی

طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے، ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے، پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور مسئولین دوسری طرف، بلکہ جو سائل ہے وہ مسئول بھی ہے اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے، تساول (مشترک سوال و جواب) ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے، ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے، ضرورت مند ہے۔ مرد، عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوش گوار طریقہ سے طے نہیں کر سکتا اور کوئی شریف خاتون شریک حیات کے بغیر خوش گوار طریقہ سے زندگی نہیں گزار سکتی، اللہ تعالی نے ہر ایک کو دوسرے کا ایسا سائل اور محتاج بنا دیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی۔

پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ سوال جس کے نام پر تم کرتے ہو وہ خدا ہے، اسلامی معاشرہ خدا کے عقیدہ، خدا کی عظمت، خدا کی قدرت اور خدا کی وحدت کے عقیدے پر وجود میں آتا ہے، ایک مسلمان مرد کی، مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ خدا کا نام بیچ میں لائیں، خدا کا نام ہی بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے، دور کو نزدیک کرتا ہے، غیروں کو اپنا بنا دیتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا صحیح تصور بھی نہیں ہوسکتا، وہ ایک دوسرے کے رفیق حیات اور ذمہ دار بن جاتے ہیں، شوہر اور بیوی کا تعلق ایسی محبت اور اعتماد کا تعلق ہے کہ بعض اوقات وہ والدین کے تعلق سے بھی بڑھ جاتا ہے، جو بے تکلفی، جو اعتماد، جو الفت، جو سادگی اور جو فطریت ان کے درمیان ہوتی ہے کسی اور رشتہ میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام کا کرشمہ ہے۔

خدا کا نام بیچ میں آتا ہے تو ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے، کل تک جو غیر تھا یا غیر تھی، وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنی بن جاتی ہے، ایک مسلمان مرد، ایک مسلمان عورت ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف نہیں ہوسکتے، ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں کر سکتے، ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہیں، لیکن جب خدا کا نام بیچ میں آجاتا ہے تو ایک مقدس رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ یہ قرآنی معجزہ ہے کہ: "تَسَاءَلُوْنَ بِهِ" کہہ کر معاشرہ انسانی کا باہمی ارتباط، پیوستگی، وابستگی اور ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہونا ایسا بیان کر دیا کہ کوئی بڑے سے بڑا منشور اور بڑے سے بڑا چارٹر بھی ان کو بیان نہیں کر سکتا، فلسفہ اجتماعی عمرانیات (سوشیالوجی) کی بڑی ضخیم کتاب بھی ان کو بیان نہیں کر سکتی۔ پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لا کر حرام کو حلال کرتے ہو، ناجائز کو جائز کرتے ہو اور اپنی زندگی میں انقلاب عظیم لاتے ہو، اس پاک اور بڑے نام کی لاج بھی رکھنی چاہیے۔

زوجین کے گہرے اور محکم تعلق کو قرآن مجید میں ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" "تم ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہو۔ یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے کہ اس کے لیے لباس کا لفظ استعمال کیا، جو ستر پوشی اور زینت زندگی کی اہم ضرورت ہے، لباس کے لفظ میں وہ سب کچھ آ گیا جو زوجین کے باہمی تعلق و اعتماد کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے، تم ان کے لیے لباس ہوا اور وہ تمہارے لیے لباس ہیں، لباس کے بغیر جس

طرح انسان حیوانیت سے قریب تر نظر آتا ہے، ایک صحرائی مخلوق نظر آتا ہے، ویسے ہی ازدواجی زندگی کے بغیر انسان غیر متمدن نظر آتا ہے، اس کو غیر متمدن اور غیر مہذب سمجھنا چاہیے۔

ازدواجی زندگی ایک عبادت اسلام میں ازدواجی تعلق کو زندگی کی ایک ضرورت کی حیثیت سے نہیں دیکھا گیا، بلکہ اس کو ایک عبادت کا درجہ دیا گیا، جس سے آدمی خدا کے قریب ہوتا ہے، یعنی ہمارے یہاں ازدواجی تعلق کا، عقد و نکاح کا تصور یہ نہیں کہ زندگی کی ضرورت کے تحت یہ کرنا ہی تھا اور اس کے بغیر زندگی کا تلذذ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کو دینی رنگ دیا گیا، اس کو عبادت قرار دیا گیا اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کا سب سے بڑا نمونہ پیش کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔"

چناں چہ اگر آپ سیرت نبوی کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر صنف نازک کا جو احترام، اس کے جذبات اور لطیف احساسات کا تصور اور ان کا جو لحاظ تھا وہ طبقہ نسواں کے بڑے بڑے وکیل اور عورت کے احترام کے بڑے سے بڑے مدعی کے یہاں نہیں ملتا۔ اسی طرح وہ بڑے سے بڑے مقدس لوگوں، رشیوں اور منیوں، یہاں تک کہ دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں ملنا مشکل ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی دل جوئی، ان کی جائز تفریحات میں شرکت، ان کے جذبات کا خیال اور ان کے درمیان جو عدل فرماتے تھے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

انہیں کے ساتھ نہیں، بلکہ بچوں کے ساتھ بھی آپ اس طرح پیش آتے تھے کہ نماز جیسی محبوب ترین چیز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض اس وجہ سے اختصار فرما دیتے تھے کہ کسی ماں کو تکلیف نہ ہو، اگر کوئی بچہ روتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختصار فرماتے تھے، یہ انتہائی قربانی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو نماز سے بڑھ کر کوئی چیز تھی ہی نہیں، اس کے بڑھ کر کوئی قربانی نہیں ہو سکتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: "بعض مرتبہ میں چاہتا ہوں کہ لمبی رکعت پڑھوں، لیکن جب کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس کی ماں کا دل نہ لگا ہو، اس کی ماں کا دل نہ گھبرائے، اس لیے نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔"

مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہمارے سامنے یہ نمونے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نام کو تم بیچ میں لائے، اس کی شرم بھی رکھنا، یہ نہیں کہ اس سے فائدہ ہی فائدہ اٹھاؤ، یہ حکم عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے ہے، اس وقت ہمیں یہاں صرف اسلام کے عقائد ہی پیش کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا خاندانی نظام معاشرت بھی پیش کرنا ہے، مغربی تہذیب آج تیزی کے ساتھ زوال کی طرف جا رہی ہے، آپ کو بھی احساس ہوگا کہ مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا، یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے، اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ یہاں کے خاندانی نظام میں ایک ابتری پیدا ہو گئی ہے، خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے، اس میں انتشار ہے، شوہر و بیوی میں جو اعتماد اور محبت ہونی چاہیے روز بروز اس میں کمی آ رہی ہے

اور اس وقت کے مفکر اور فلاسفر پریشان ہیں اور کتابیں لکھی جا رہی ہیں کہ مغرب کے معاشرتی نظام کو ٹوٹنے سے بکھرنے سے کس طرح بچایا جائے؟

طرفین میں الفت ومحبت ہونی چاہیے۔ جو زندگی کی حقیقی لذت ہے، اس میں فقر وفاقہ بھی ہوتا ہے تو وہ خوش دلی کے ساتھ برداشت کر لیا جاتا ہے، اب بھی ہمارے مشرقی ممالک میں بہت سے ایسے خاندان ہیں کہ وہاں کھانے کو مشکل سے ملتا ہے، لیکن ان کو جنت کا مزہ آتا ہے، کیوں کہ آپس میں محبت ہے۔ وہ ایک دوسرے کا منھ دیکھ کر اپنا فقر وفاقہ اور اپنی تکلیف بھول جاتے ہیں، جہاں سب کچھ ہے، تمام وسائل کا قدموں پر ڈھیر لگ گیا ہے اور کائنات کی بہت سی طاقتوں کو انہوں نے مسخر کر لیا ہے، لیکن وہ اپنے دل کی دنیا کو اور اپنے گھر کو جنت میں تبدیل نہیں کر سکتے، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے: #

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا!

جس نے سورج کی شعاعوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے، زندگی کی تاریک رات کو صبح میں تبدیل نہیں کر سکا۔ اگر اقبال ہوتے تو کہتے کہ چاند تک پہنچنے والا اور ستاروں کی گذرگاہوں کی تلاش کرنے والا مغربی انسان اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کر سکا، اپنے گھر کو گلدستہ اور جنت کا نمونہ نہ بنا سکا، جس نے دنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کی کوشش کی، اس کا گھر جہنم بنا ہوا ہے، بہت سے امریکی اور یورپین خاندان ایسے ہیں کہ ان کے گھر میں سکون کا کوئی سامان نہیں، اس لیے ہم دیکھ رہے ہے کہ وہ باہر کی تفریحات اور کلب میں سکون تلاش کرتے ہیں، کیوں کہ سکون ان کے گھروں میں میسر نہیں آتا، گھر آ کر ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ دنیاوی جنت میں پہنچ گئے ہیں، بلکہ وہ گھر کی زندگی سے بھاگتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہاں امریکہ میں جو لوگ دس دس برس، بیس بیس برس سے زندگی گزار رہے ہیں، وہ مجھ سے زائد اس المیہ سے اور اس کم زور پہلو سے واقف ہیں، مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، بہر حال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی تصور دیا ہے کہ معاشرہ ایک دوسرے کے احتیاج اور احترام پر قائم ہے، ضرورت تو سب کو ہوتی ہے، لیکن ضرورت کا محسوس کرنا اور جس سے وہ ضرورت پوری ہو اس کا احسان ماننا یہ الگ ذہنی کیفیت ہے، یہ ذہنی کیفیت اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ہم میں ہر فرد اپنے کو دوسرے کا محتاج سمجھے اور اپنی اس احتیاج کو تسلیم کرے اور دوسرے کا احترام کرے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کی راہ نمائی فرمائے اور آپ اس ملک میں اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرت کا ایسا نمونہ پیش کریں جو یہاں کی سوسائٹی کے لیے، جو زندگی سے عاجز آ چکی ہے، دل کش ثابت ہو اور وہ اسلام کے معاشرتی تعلقات کا بھی سنجیدگی سے مطالعہ کریں اور اپنے لیے اس کو ترجیح دیں اور ان میں اس کا جذبہ پیدا ہو کہ کاش! ہم کو بھی یہ نعمت حاصل ہوتی۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ نہ صرف اس ملک کی بہت بڑی خدمت انجام دیں گی، بلکہ اسلام کی بھی بہت بڑی خدمت انجام دیں گی اور یہ اسلام کی بھی ایک عظیم تبلیغ ودعوت ہوگی۔

قرآن کریم سے ترک تعلق کی مختلف صورتیں

مولانا زاہد الراشدی

سورۃ الفرقان کی آیت: ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روزحشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دائر کی جانے والی ایک درخواست کا ذکر فرمایا ہے کہ اس روز جبکہ ظالم وفاسق لوگ اپنی بداعمالیوں پر حسرت اور بے بسی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو دانتوں میں چبائیں گے اور اپنی اس کوتاہی کا حسرت کے ساتھ تذکرہ کریں گے کہ اے کاش! ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی اور فلاں فلاں کے نقش قدم پر نہ چلے ہوتے۔ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ''اے میرے رب! میری اس قوم نے قرآن کریم کو مہجور بنا دیا تھا''۔

مہجور ہجر سے ہے جس کا عام فہم معنیٰ یہ ہے کہ چھوڑ دینا۔ اس لیے میں اس کا محاورے کا ترجمہ یوں کیا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میری اس قوم نے قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیا تھا اور نظرانداز کر دیا تھا۔ اس حوالہ سے ہم نے دو باتوں پر غور کرنا ہے۔ ایک یہ کہ جب عدالت اللہ تعالیٰ کی ہوگی، میدان حشر کا ہوگا اور مدعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہوں گے تو مدعا علیہ کون ہوں گے؟ کیا ان مدعا علیہم کی فہرست میں ہمارا نام تو نہیں ہوگا؟ اور جس کیس میں مدعی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے، اس میں مدعا علیہم کا حشر کیا ہوگا؟ یہ بڑا نازک اور ضروری سوال ہے جس پر مجھے اور آپ کو غور کرنا چاہیے اور اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں حضور علیہ السلام کے دائر کردہ کیس میں مدعا علیہم کی فہرست میں ہمارا نام نہ آجائے۔

دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ قرآن کریم کو چھوڑ دینے کا معنیٰ کیا ہے اور وہ کون سا عمل ہے جس کے ارتکاب کو قرآن کریم کو ترک کر دینے سے تعبیر کیا جائے گا؟ اس پر آٹھویں صدی ہجری کے معروف محدث اور فقیہ حافظ ابن القیمؒ کا ایک ارشاد بیان کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے اپنی کتاب ''الفوائد'' میں لکھا ہے کہ ''ہجرِ قرآن'' یعنی قرآن کریم کو چھوڑ دینے، پس پشت ڈال دینے اور نظرانداز کر دینے کی مختلف عملی صورتیں ہیں۔

۱- پہلی صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے اور سننے کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور اس کو اہتمام کے ساتھ سننا دونوں عبادت ہیں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے اور اہتمام کر کے مختلف حضرات سے اسے سنتے بھی تھے اور قرآن کریم پڑھنے اور سننے کے دونوں عملوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجر وثواب بیان فرمایا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرے اور اسے سننے کا معمول بھی بنائے۔

۲- حافظ ابن القیمؒ نے ہجر قرآن کی دوسری عملی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ کی جائے۔ یہ عجیب سی صورتحال ہے کہ ہم ایمان تو رکھتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ہمارے لیے ہے مگر ہم

اس کو سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔اور اس سے زیادہ تعجب انگیز بلکہ مضحکہ خیز صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہم سے مخاطب ہوتے ہیں۔اور نماز میں ہم اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے بھی ہیں اور اس سے باتیں کرتے بھی ہیں، لیکن نہ وہ باتیں سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہے اور نہ وہ باتیں سمجھتے ہیں جو ہم اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ دنیا کی عجیب ترین گفتگو ہے جو ہم شب و روز پورے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ ہم آج کے مسلمان اس پر دنیا کا ایک مستقل ''اعجوبہ'' کہلانے کے مستحق ہیں۔

۳- حافظ ابن القیمؒ کے بقول قرآن کریم کو ترک کر دینے کی تیسری عملی شکل یہ ہے کہ اس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے بیان کردہ حلال وحرام کی پروانہ کی جائے۔اس لیے کہ قرآن کریم کا اصل مقصد تو رہنمائی اور ہدایت ہے اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے بیان کردہ حلال وحرام اور جائز و ناجائز کے دائروں کو زندگی میں ملحوظ رکھے۔ یہ قرآن کریم کا حق ہے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس حوالہ سے اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔اور بالخصوص اس بات کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جن امور پر کچھ بحث ہے وہ تو ایک طرف رہیں، کچھ معاملات ایسے ہیں جن کے حلال وحرام ہونے کو قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ دوٹوک انداز میں بیان کیا ہے، کیا ہم ان پر عمل کر رہے ہیں؟

۴- چوتھی عملی صورت قرآن کریم کو ترک کر دینے کی یہ ہے کہ اسے اپنی زندگی کے معاملات میں جج اور فیصل تسلیم نہ کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم ہمارے لیے حکم اور قانون کی کتاب ہے جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت نمبر (۱۰۵) میں جناب رسول اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لیے اتاری ہے کہ آپ اس کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے معاملات کے فیصلے کریں۔ چنانچہ قرآن کریم کو اپنے تنازعات اور زندگی کے ہر معاملہ میں حکم تسلیم کرنا بھی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔مگر اس کا طریقہ یہ نہیں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کہ دو آدمیوں میں لین دین کا جھگڑا ہے تو ایک فریق نے پیسے قرآن کریم پر رکھ دیے کہ تمہارے ہیں تو اٹھالو۔اور پھر دونوں فریق خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کے ذریعے فیصلہ کیا ہے۔اسی طرح کسی مقدمہ میں فریقین قرآن کریم پر حلف اٹھانے کے لیے تیار ہو گئے اور حلف اٹھا کر خوشی خوشی گھر واپس ہوئے کہ ہم نے قرآن کریم سے فیصلہ لیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔قرآن کریم سے فیصلہ لینے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاملہ میں تنازعہ ہے یا معاملہ فیصلہ طلب ہے اس کے بارے میں قرآن کریم کو کھول کر دیکھا جائے کہ اس کی ہدایات کیا ہیں اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

۵- ہجرِ قرآن کریم کی پانچویں صورت حافظ ابن القیمؒ نے یہ بیان کی ہے کہ قرآن کریم کو بیماریوں میں شفا کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔اس لیے کہ قرآن کریم روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی بیماریوں کی شفا ہے اور اس کی برکت سے نہ صرف روحانی بیماریوں مثلاً، تکبر، بغض، حسد، حرص اور خودغرضی وغیرہ سے شفا حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کی تلاوت سے گھروں میں برکات نازل ہوتی ہیں، روحانی سکون ملتا ہے اور جسمانی بیماریوں سے بھی اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتے ہیں۔

رمضان کا احترام اور ہماری کوتاہیاں

مولانا امداد الحق بختیار قاسمی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں سب سے افضل واشرف انسان کو بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان سے بہت محبت رکھتا ہے، وقفہ وقفہ سے ایسے مواقع انسان کو دیتا ہے، جس سے یہ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو سکے، اس کی رحمتوں کو سمیٹ سکے اور نعمتوں کا مستحق ہو سکے، اپنی کوتاہیوں کو معاف کرا سکے اور اپنے نامہ اعمال کو پاک وصاف کرا سکے، رمضان المبارک کا مہینہ ان تمام مواقع میں سب سے اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے، صرف اس ایک مہینہ میں اللہ تعالیٰ مختلف انداز سے رحمتوں کی برسات کرتا ہے، کبھی سحر کے ثواب کے اعتبار سے، تو کبھی افطار کی فضیلت کے نام پر، کبھی روزوں کے انعام کی شکل میں، تو کبھی تراویح کے اجر کے طور پر، کبھی فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھا کر، تو کبھی نوافل کو فرائض کی حیثیت عطا کر کے، کبھی سحر وافطار کے وقت دعا کی قبولیت کا مژدہ سنا کر، تو کبھی ہزاروں کی تعداد میں جہنم سے رہائی کا پروانہ تھما کر۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ ہے: اس کا اندازہ اس بات سے لگانا مشکل نہ ہوگا کہ اس نے اپنے کلام کے نزول کے لیے اسی ماہ کا انتخاب کیا، اس مہینہ کے انتظار میں ایک سال قبل سے ہی جنت کو آنے والے رمضان کے استقبال میں سجانا شروع کر دیا جاتا ہے، نیز اس ماہ کی خوشی اور شادیانے کے طور پر جنت اپنے تمام دروازوں کے ساتھ کھول دی جاتی ہے۔ جب یہ مہینہ آتا ہے تو نہ صرف زمین پر رہنے والے انسانوں کے ماحول میں ایک خوش گوار تبدیلی واقع ہوتی ہے؛ بلکہ آسمان پر بھی اہتمام واحترام اور خوشی ومسرت کا عالم ہوتا ہے، فرشتوں اور جنت کے مکینوں کے درمیان اس مبارک مہینہ کی وجہ سے خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اس مقدس اور بابرکت مہینہ کے پیش نظر سرکش شیاطین کو قید کر لیا جاتا ہے، اسی ماہ کی تیاری کے طور پر جہنم کے تمام دروازے پورے مہینہ کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک پاک وصاف ماحول انسان کو فراہم کیا جاتا ہے، تاکہ وہ اس ایک مہینہ میں اپنے مقصد کے حوالے سے ان سب کی تلافی کر سکے، جو گیارہ مہینہ میں چھوٹ گئی ہیں، وہ سب حاصل کر سکے جو وہ چاہتا ہے، اپنے بنانے والے کی بارگاہ اور اس کی نظروں میں قربت کا مقام بلند حاصل کر سکے۔ اور دنیا میں آنے کے اپنے مقصد کو بڑی حد تک حاصل کر سکے۔

رسول اللہ کے یہاں رمضان کا اہتمام اور احترام: رمضان المبارک کا مہینہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اس کے استقبال کی تیاریاں اس طرح ہوتیں کہ آپ شعبان کے تقریباً پورے مہینہ کے روزے رکھتے؛ تاکہ رمضان کے روزوں کا لطف زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو خوش خبری سناتے کہ ایک مبارک مہینہ

آنے والا ہے، پھر اس کے فضائل ومناقب بیان فرماتے، اس کے فوائد ومنافع سے آگاہ فرماتے، اس میں غفلت اور سستی نہ برتنے کی وصیت فرماتے، اس سے محروم رہنے والے لوگوں پر افسوس کا اظہار فرماتے۔ خود کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کی تلاوت میں اضافہ ہوجاتا؛ حتی کہ جبرئیل امین کے ساتھ قرآن کا دور ہوتا، آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی، آپ کی سخاوت ہوا کی رفتار سے چلتی اور دریا کی رفتار سے بہتی، کبھی پورے مہینہ کے لیے مسجد میں معتکف ہوجاتے، کبھی بیس (20) دن کے لیے، اخیر عشرہ کا اعتکاف تو آپ نے پوری زندگی بڑے اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ رمضان المبارک میں آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا، زیادہ سے زیادہ عبادت، تلاوت اور دوسرے کارِ خیر کی فکر ہمیشہ آپ کے قلب ودماغ پر چھائی رہتی، دعاؤں کا اہتمام بڑھ جاتا، راحت وآرام اور بستر کو الوداع کہہ دیا جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان عبادت وریاضت کا ایک مثالی مہینہ ہوتا تھا۔ رحمتوں کی خدائی بارش اور شیطانی چھتریاں ایک طرف تو رمضان کا یہ اہتمام واحترام اللہ اور اس کے رسول کے یہاں ہمیں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر گھڑی اہم (Special) ہے، ایک ایک ساعت قیمتی ہے، الگ الگ نام اور انداز سے اللہ کی رحمتیں دنیا والوں پر نازل ہوتی ہیں، ہر لمحہ ایسا ہے جس کا بے صبری سے انتظار کیا جانا چاہیے اور بھرپور طور پر اس میں موجود بشارتوں اور انعامات کو حاصل کرنے کی جی توڑ کوشش کرنی چاہیے، حتی کہ انسانوں میں اس تعلق سے مسابقے (Competition) کا جذبہ ہونا چاہیے، ایک دوسرے سے آگے نکل کر زیادہ سے زیادہ اور اچھی سے اچھی عبادت کرنے کے جذبات ہونے چاہییں۔

لیکن افسوس کہ سوائے ایک چھوٹی سی جماعت کے، اکثر لوگ نہ صرف یہ کہ ان قیمتی اوقات سے غافل رہتے ہیں؛ بلکہ بعض تو ایسے مبارک لمحات میں بھی نفس اور نفسانی خواہشات کی قید وبند میں جکڑے رہتے ہیں، اپنے آس پاس ایسا ماحول بناتے (Create) ہیں کہ کوئی نیکی، کوئی سعادت مندی اور کوئی ثواب ان تک پہنچ بھی نہ سکے، چناں چہ وہ رمضان المبارک میں بھی اپنی بری عادتوں (Habits) اور اپنے غلط معمول (Routine) سے باز نہیں آتے، گویا ان کا شیطانی نفس اللہ تعالی کی رحمتوں کے آگے اپنی نفسانی اور شیطانی چھتری تان کر کھڑا ہوجاتا ہے کہ کہیں کوئی رحمت اس پر پڑ نہ جائے۔ معاذ اللہ!

موبائل اور ٹی وی کا اثر رمضان پر: چناں چہ مرد وخواتین، نوجوان بچے اور بچیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو رمضان کے مقدس اوقات بھی ٹی وی یا موبائل کی نذر کردیتے ہیں، اسلامی نام کے بہت سے چینل خاص رمضان میں شروع ہوتے ہیں، جن پر رمضان کی مناسبت سے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، ایک اچھی خاصی تعداد ایسے پروگرام بھی دیکھتی ہے، نیز بعض تو سیریل کی زنجیر میں ایسے پھنسے رہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے قسط (Episode) کو دیکھنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں بھی موبائل کی لت (Addiction) ان سے نہیں چھوٹتی، وہ کبھی فیس بک (Face Book) پر رہتے ہیں، کبھی واٹس ایپ (WhatsApp) میں، کبھی ٹویٹر

(Twitter) پر، تو کبھی انسٹا گرام (Instagram) پر، نیز کبھی ویڈیو گیم کھیلنے، تو کبھی ریل (Real) کا مشاہدہ (Watching) کرنے میں وقت گزارتے ہیں، اس طرح وہ رمضان کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے سعادت اور نیکی کے اپنے حصہ میں بدبختی، بدنصیبی اور محرومی جمع کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں بھوک کی شدت کے سوا روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 121)

رمضان پر تجارت کا اثر: ہمارے بہت سے مسلمان تاجر ایسے ہیں جن کی تجارت رمضان المبارک میں بہت چلتی ہے، جیسے کپڑے والے، جوتے چپل والے، فروٹ والے اور درزی وغیرہ، حتی کہ بعض کے لیے تو یہ سالانہ سیزن ہوتا ہے، وہ اپنی سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ اسی مہینہ میں کماتے ہیں؛ لہٰذا ان کی توجہ رمضان کی عبادتوں سے زیادہ اپنی تجارت کے فروغ اور زیادہ سے زیادہ تجارت کرنے پر رہتی ہے، حتی کہ بعض تو ایسے بھی ہیں، جو اپنے کاروبار کے چکر میں تراویح نہیں پڑھتے، بعض نوافل کا اہتمام نہیں کرتے، بعض قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے یا بہت معمولی کرتے ہیں۔ اور بعض تو ایسے ہیں کہ وہ روزہ سے بھی محروم رہ جاتے ہیں، اللہ اکبر!

یہ کیسی محرومی کی بات ہے کہ رمضان جیسا متبرک مہینہ ایک مسلمان بغیر روزے کے گزارے! آخر ایک ایمان والا اس کی ہمت کیسے کر سکتا ہے؟! یہ انتہا درجے کی بدنصیبی اور محرومی ہے، یہ رمضان المبارک کی بے احترامی اور بے وقعتی ہے، یہ اللہ کے انعام کو ٹھکرانا اور اس سے منھ موڑنا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے روزی کمانا بھی شرعی فریضہ ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے؛ لیکن نماز چھوڑ کر، روزے چھوڑ کر اور اللہ تعالی کے احکام کو توڑ کر جو روزی کمائی جائے گی، وہ پیٹ کی بھوک کو تو راحت پہنچا سکتی ہے؛ لیکن دل ودماغ کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی، ایسی تجارت روزی کے ساتھ ساتھ نحوست بھی لائے گی، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی تو یہ صفت بیان کی ہے:

”رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ“ (سورۃ النور 37)

ترجمہ: ”وہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے، زکاۃ دینے سے غافل رکھتی ہے، وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل اور نگاہیں پلٹ جائیں گی“۔

بلکہ اللہ کے بندے تو ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہوتا اور وہ تجارت درج ذیل ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ. لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ“ (سورۃ الفاطر 29-30)

ترجمہ: ”یقینا جو لوگ اللہ کی کتاب تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا

پورا اجر دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے؛ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے"۔

یقینا دنیا داروں کے لیے بھی رمضان کا مہینہ ایک سیزن ہے، پیسے کمانے، مال بڑھانے اور دنیا جمع کرنے کا بہترین موقع ہے۔ اور اللہ کے نیک اور باتوفیق بندوں کے لیے بھی یہ مہینہ ایک سیزن اور نیکیوں کا موسم بہار ہے، جس میں وہ نیکیوں کا انبار جمع کرتے ہیں، تلاوت، تراویح، روزہ اور دیگر عبادات میں اپنی محنت ومشقت اور اپنا وقت خرچ کرکے ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں تاجر ہمیشہ سرخ رو ہوتا ہے اور بڑے فائدہ کا حق دار بن جاتا ہے۔ ایک دنیا کے لیے تجارت ہے اور ایک آخرت کے لیے ہے، دونوں کو نفع ہوتا ہے؛ لیکن دونوں میں زمین وآسمان جیسا فرق ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے:

"اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَ خَيْرٌ أَمَلًا"

ترجمہ: "مال واولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔ اور جو نیکیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں، آپ کے رب کے نزدیک ان کا ثواب بھی بہتر ہوگا اور ان کے ساتھ وابستہ توقع (اور اس کا نتیجہ) بھی اچھا ہوگا"۔ (سورۃ الکہف: 26)

جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ کس درجہ محروم اور بدنصیب ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمنے انہیں اپنا دشمن قرار دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ہے:

"ثَلَاثٌ مَنْ حَفِظَهُنَّ فَهُوَ وَلِيٌّ حَقًّا، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ عَدُوِّيْ حَقًّا: الصَّلَاةُ وَ الصِّيَامُ وَ الْجَنَابَةُ"

ترجمہ: "تین چیزوں کی حفاظت جس نے کی، وہ واقعتا میرا دوست ہے۔ اور جس نے انہیں ضائع کیا، وہ درحقیقت میرا دشمن ہے: نماز، روزہ اور جنابت۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: 8961)

بازار بازی اور رمضان: بہت سے لوگ رمضان جیسے سنہرے موقع (Golden Chance) کو منظم (Planned) نہیں کرتے، پہلے سے اس کی تیاری نہیں کرتے، رمضان میں پیش آنے والی ضرورتوں کا پہلے سے انتظام نہیں کرتے، عید کے انتظامات بھی قبل از وقت (Before Time) نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں وہ رمضان المبارک کا بڑا حصہ بازار اور خرید وفروخت (Shopping) میں ضائع کر دیتے ہیں، سحر وافطار کے سامان کے انتظام میں کافی وقت بازار میں گزارتے ہیں اور پھر پندرہ رمضان کے بعد تو مساجد کی رونق ماند (Dim) پڑ جاتی ہے اور بازار کی چمک دمک اور چہل پہل میں غیر معمولی اضافہ (Extraordinary Increase) ہوجاتا ہے۔ ہماری بعض خواتین تو اخیر عشرہ کی راتیں بازار میں ہی گزارتی ہیں، ان کو شب قدر سے زیادہ نئے ڈیزائن کے کپڑوں اور نئے ماڈل کی سینڈلوں کی تلاش رہتی ہے۔

جب کہ اخیر عشرہ میں اللہ کی رحمت، عنایت، توجہ اور انوار وبرکات کا نزول پہلے سے زیادہ ہونے لگتا ہے اور اس قیمتی عشرہ کو ہمارا معاشرہ بازار بازی کی نذر کر دیتا ہے، اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے اور ہم بازار کی طرف۔ کتنے افسوس کا مقام ہے! کاش ہمارے اندر عقل اور تمیز ہوتی! رمضان کی مقدس ساعات بدترین جگہ میں ہم گزارتے ہیں، چناں چہ بازار

کے تعلق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

"أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا"(صحیح مسلم، باب أحب البلاد إلى الله مساجدها، حدیث نمبر:671)

ترجمہ:"اللہ کے نزدیک سب سے بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے بدترین جگہ اللہ کے نزدیک بازار ہیں"۔

رمضان کے ناقدروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ: اس مبارک مہینہ کی ناقدری کرنے والے کو کبھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس طرح بددعا دی: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: بدبخت ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں بھی باران رحمت سے محروم رہا۔(کنز العمال، حدیث نمبر:23693)۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی تو پھر کب ہوگی؟!(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر:8963)۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی جو لوگ گناہوں میں ملوث رہتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ہے کہ اگلے ایک سال تک فرشتے ان پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث نمبر:23724)۔ ایک روایت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میری امت اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوسکتی، جب تک وہ روزوں کا اہتمام کرتی رہے۔(کنز العمال، حدیث نمبر 23701)، کہیں رمضان کے بےقدروں کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگ بھوکے پیاسے رہیں۔ یعنی اللہ کے یہاں ان کے اس عمل کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔

آخری پیغام: لہٰذا رمضان المبارک کے موقع کو ہمیں غنیمت سمجھنا چاہیے، اس کی ایک ایک ساعت اور گھڑی کے ہم قدر کرنے والے بنیں، روزہ، تراویح اور اعتکاف کے ساتھ ساتھ تلاوت اور دیگر عبادتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، اس مقدس مہینہ میں ہر طرح کے گناہ سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے، اپنے آپ کو رمضان کی مخصوص عبادتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ فارغ کر لینا چاہیے، تجارت اور کاروبار میں کم سے کم وقت خرچ کرنا چاہیے، خرید وفروخت بالکل محدود کر دینی چاہیے، ٹی وی، موبائل اور بازار میں وقت گزارنے سے بالکل دور رہیں؛ تاکہ رمضان کی رحمتیں، برکتیں اور نیکیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کرسکیں۔ اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رمضان کے محروم لوگوں میں شامل ہوجائیں، بجائے سعادت مندی کے بدبختی ہمارے ہاتھ آئے، بجائے رحمت الٰہی کے فرشتوں کی لعنت ہم پر برسے اور نہ جانے ان سب کی تلافی کے لیے اگلا رمضان ملے یا نہ ملے!

خودی اور دعا

ڈاکٹر مولانا غلام محمد صاحبؒ

میں کسی کے آگے دامنِ احتیاج پھیلاؤں؟ اظہارِ عجز کروں؟ یہ تو میری خودی کی موت ہے، میں تو سب سے اعلیٰ واشرف ہوں، مسجودِ ملائکہ ہوں، مجھ سے بااختیار اس کائنات میں کون ہے؟ میری ضرب سے سمندر کا سینہ شق اور ہوا کا دامن چاک۔ اس دبدبہ وسطوت کے ہوتے ہوئے سائلانہ روش اختیار کروں؟ اپنے مقام سے گر جاؤں؟ اپنی حیثیت کو بھول جاؤں؟ یہ تو مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا؟ بندۂ عقل اسی لاف وگزاف میں تھا کہ یکایک کسی صاحبِ بصیرت نے للکارا، او بصیرت کے اندھے! تو سب کچھ سہی، پھر بھی یہ تو دیکھ کہ کیا تو مختارِ محض ہے؟ کیا تیرا مجد وشرف خود اختیاری ہے؟ کیا تو موجود بالذات ہے؟ قائم بالذات ہے؟

اے حدوث کے پُتلے! ذرا اپنی حقیقت کو تو پہچان، نہ تیرا وجود اختیاری نہ تیری صفات ذاتی، بلکہ تو جو کچھ ہے اور جیسا کچھ ہے اپنے بل بوتے پر ایک آن بھی قائم نہیں رہ سکتا، رہا تیرا زعمِ اختیار تو یہ بھی اپنی ابتدا وانتہا میں جبر ہی کی کڑیوں میں معلق ہے! باقی جس کا اختیار واقعتاً چل رہا ہے اور جو حقیقتاً بااختیار، خود بخود اور قائم بالذات ہے، وہ تو اپنی خلاقیت اور قیومیت کے باوجود غیب ومستور ہے، وہی جو چاہتا ہے دیتا ہے اور جب چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

عقل پرستوں کے اندھے پن کی کوئی انتہا ہے کہ ہوا میں لہراتے ہوئے پرچم کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ پرچم خود لہرا رہا ہے، اس پر شیر کی جو تصویر بنی ہے اس کو دیکھ کر ڈرتے ہیں، اُف شیر بپھر بپھر کر حملہ کر رہا ہے، نادان یہ نہیں جانتے کہ یہ محض دستِ صبا کا کرشمہ ہے، بلکہ خود ہوا بھی کسی غیبی اشارہ پر چل رہی ہے۔ سن عارف رومیؒ کیا کہہ رہے ہیں: ماہمہ شیراں ولے شیرِ علم حملہ ماز بد باشد دم بدم حملہ ما پیدا ونا پیدا است باد جاں فدائے آں کہ ناپیدا است باد باد ما وبود ما از داد تست ہستی ما جملہ از ایجاد تست۔ بس تیری اور تیرے اختیار وطاقت کی حقیقت اتنی ہی ہے، پھر اس پر گھمنڈ کیسا؟ مخلوق میں سب سے اشرف وبااختیار ہو کر بھی تو اپنے خالقِ حقیقی کے آگے ہیچ بلکہ کالعدم ہے، وہ منبعِ جود وعطا اور تو سراپا احتیاج!

پس مخلوق کے آگے تیرا جھکنا اپنی امید وخوف کو حادث سے وابستہ کرنا یقیناً خودی کی موت اور شرفِ انسانی کا جنازہ ہے، لیکن خود اپنے خالق وقیوم سے بے نیازی، یہ تو سراسر خود فریبی ہے! ہر غیر سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک کا ہمہ وقت نیاز مند ہو رہنا، سب سے مستغنی ہو کر ''المغني'' کا ہر ارادہ کی تخلیق وتکمیل میں دست نگر بنا رہنا، یہی تو کیشِ ابراہیمی ہے، اسی سے تو حدوث کو بقا کا سہارا ملتا ہے اور حیاتِ جاودانی بنتی ہے۔

پس اپنے عجز کا اعتراف اور بارگاہِ صمدیت سے استمداد جس کا نام ''دعا'' ہے، تیرے دن رات کا وظیفہ بلکہ ہر سانس

کا مشغلہ ہونا چاہیے: ’’رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا‘‘ (کہف، ع:۱) ’’اے ہمارے رب! دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش اور پوری کردے ہمارے کام کی درستی۔‘‘ کیونکہ وحی ربانی نے تیری حیثیت یہی بتائی جتائی ہے۔ ’’یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَ اللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ‘‘ (فاطر، ع:۳) ’’اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ کے اور اللہ ہی غنی اور حمید ہے‘‘۔

گرفتارِ عقل نے اہلِ بصیرت کی یہ باتیں جو سنیں تو اس کے ہوش کچھ ٹھکانے آئے، اتنا تو مان ہی لیا کہ ’’رب‘‘ سے بے نیازی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے، پل بھر کے لیے بھی اس کی نظرِ کرم ہٹ جائے تو بس ہم عدم ہیں! مگر کج روعقل پھر بھی ایک مغالطہ کھا گئی، اس نے کہا: تیری باتیں سب بجا و درست، مگر میرا رب محض قیوم و مستعان ہی نہیں، بلکہ وہ بڑا علیم و خبیر بھی ہے، میری ہر احتیاج اس پر روزِ روشن سے زیادہ عیاں اور میری ہر حاجت روائی میں وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے، پھر میں اس سے کیوں مانگوں؟ کیا میرے مانگے بغیر نعوذ باللہ اس کو میری حاجت و ضرورت کا علم نہ ہوگا؟ ہر گز نہیں، وہ دانا و بینا ہے، اس کے جانتے اس سے مانگنا یہ تو ایک گستاخی ہے، جسارت بے جا ہے، میں تو اس کے تصور سے بھی لرز جاتا ہوں! صاحبِ بصیرت نے یہ منطق جو سنی تو ہنس پڑا، کہنے لگا: بندۂ عقل! کہاں مادی عقل کے زور پر ان حقائق کو سمجھنے چلا ہے، یہ تو عقلِ ایمانی سے پوچھنے کی باتیں ہیں۔

اے نادان! اللہ کا علیم و خبیر ہونا مسلم، بلاشبہ اس کو تیری اطلاع کی حاجت بھی نہیں، مگر یہ تو بتا کہ اس کے علم قدیم و محیط سے تیری اس خلش کی تسکین کیسے ہوگی جو ہر نا پیدا مستقبل سے متعلق تیرے اندر اُبھرتی رہتی ہے؟ تیرا حال تو یہ ہے کہ: گفتند ہر چہ در دلت آید ز ما بخواہ گفتم کہ بے حجابیٔ تقدیرم آرزوست (اقبالؒ) یعنی جب تک تجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ علیم و خبیر تیرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ مہر کا یا قہر کا؟ اس وقت تک تیرا اضطراب کیسے مٹ سکتا ہے؟ دیکھا نہیں کہ اسی ذہنی اضطراب سے پریشان ہو کر موحدِ کامل ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والدین اور اولاد کے لیے اسی علیم و خبیر رب سے کیا کچھ نہیں مانگا اور مانگتے ہی رہے۔ حالانکہ اس کا بھی اعتراف اور اقرار تھا کہ: ’’رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ وَ مَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ‘‘ (ابراہیم، ع:۶) ’’اے ہمارے رب! تجھ کو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کردیں اور اللہ سے کوئی چیز بھی چھپی نہیں، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔‘‘

غور کرنے کا مقام ہے کہ علم و خبر کے اقرار کے باوجود پھر بھی فریاد کیوں ہے؟ وہی نامعلوم مستقبل کے خوف سے جو درد و کسک پیدا ہو رہی ہے، اس کی تسکین مطلوب ہے! جس کی صورت اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اپنی طرف سے نالہ و شیون کر کے ہر شر سے حفاظت اور ہر خیر کی ضمانت حاصل کرلی جائے، چنانچہ تیری اسی نفسیات کا پاس و لحاظ کر کے رب علیم و خبیر نے غایتِ کرم سے اذنِ عام دیا کہ: ’’اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ‘‘ ’’تم مجھ سے مانگو میں تمہاری سنوں گا۔‘‘

پس دعا کیا ہے؟ خوف و حزن کا تریاق! اس تریاق کو استعمال نہ کیا تو ہموم و غموم تجھ کو ہلاک کردیں گے، زندگی موت

سے بدتر ہوجائے گی۔ پھر بات اتنی ہی نہیں! ذرا فکر کو مہمیز لگا، دیکھ کہ تجھ میں اور تیرے خالق میں ایک اور تعلق بھی ہے، بہت نازک مگر بڑا پائیدار، وہ حسن وعشق کا تعلق ہے، ادھر حق تعالیٰ سرچشمۂ جمال وکمال ہے اور ادھر انسان میں عشق کا جوہر آبدار، کیسے ممکن ہے کہ حسن کی دلفریبیاں ہوں اور عشق کی فداکاری دبی رہ جائے۔ دیکھا نہیں کہ عاشقِ صادق موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) کو جب حسنِ ازل نے شرفِ کلام بخشا تو پوچھا تو صرف یہی تھا کہ: ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ''(اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟)

اس کا جواب تو صرف اسی دولفظی جملہ پر ختم تھا کہ ''هِيَ عَصَايَ ''(یہ میری لاٹھی ہے) مگر زبانِ عشق اس پر کہاں تھم سکی، موقع جو پایا تو عرض معروض کا ایک سلسلہ شروع کردیا کہ:''اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى''(طٰہٰ، ع:۱)''اس پر میں سہارا لیتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے کئی اور بھی فائدے ہیں۔''

ذرا عاشقانہ تکلم کی خوبی تو دیکھ کہ بات بڑھا کر ختم بھی کی تو ایسے الفاظ پر جو خود تفصیل طلب تھے کہ شاید بارگاہِ حسن سے تفصیل کا اشارہ ملے اور عرضِ شوق کا ایک اور موقع ہاتھ آجائے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت موسیٰ کی اس سب تفصیل سے نعوذ باللہ ذاتِ علیم وخبیر کے علم واطلاع میں اضافہ مقصود تھا؟ حاشا وکلا، یہاں تو صرف کلام ہی مقصود تکلم تھا، جذبۂ عشق کی تسکین، البتہ غایت الغایت تھی اور یہ کچھ حضرت موسیٰ ؑ پر منحصر نہیں، تجھ میں بھی عشق کی چنگاری ہے، اگر اس کے اظہار کا موقع نہ ملے تو گھٹ کر مرجائے، اسی لیے خالقِ فطرت نے بہ ہمہ علم وخبر تیرے جذبۂ عشق کی تسکین کے لیے اجازت بھی دی اور یقین بھی دلایا کہ:''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ''''تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا'' یہ عشق پر حسن کا انعام واحسان ہے، اب اس ایقان کے ساتھ جب تو''رَبِّيْ'' کا نعرۂ عاشقانہ بلند کرے گا تو تیرے تصور کے کان''عَبْدِيْ'' کا جواب ضرور سنیں گے اور تو قبولیت کے یقین سے سرشار ہوجائے گا۔

اب حمد وثنا ہو یا استمداد کی التجا، اس سب سے تیرا مقصود محبوب سے لطفِ خطاب حاصل کرنا ہوگا، اس منزل میں آکر تو اسی پر مسرور ومشکور ہوگا کہ عرض ومعروض کا ایک موقع تو مل گیا، ورنہ کہاں ہمارا عشق ناتمام اور کہاں وہ بارگاہِ حسنِ تمام، یہ نکتہ میں نے عاشقِ ربانی عارف رومی سے پایا کہ: از دعا نبود مرادِ عاشقاں جز سخن گفتن بہ آں شیریں دہاں۔

پس اب دعا کیا ہے؟ محض جذبۂ عشق کی تسکین! حافظ: وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید۔ بندۂ عقل پر دل کی یہ پراسرار باتیں جادو کرگئیں، وہ ندامت وحسرت میں ڈوب گیا کہ عقل کو رہنما بنا کر وصالِ محبوب سے کس قدر دور رہا، ایک جھنجھلاہٹ کے ساتھ وہ کہہ اُٹھا: آزمودم عقل دور اندیش را بازمی دیوانہ سازم خویش را، بندۂ عقل کے اس اعتراف اور رجوع سے صاحبِ بصیرت کا دل پگھل گیا، شفقت ودرد کے لہجے میں اس نے''دعا'' کے اور بھی لطیف اسرار بیان کیے کہ: انسان پابندِ عقل ہوکر خودی نا آشنا بن گیا، اس کا شرف صرف یہی نہیں کہ وہ مسجودِ ملائکہ اور فاتحِ کائنات ہے، بلکہ

اس کی عظمت کا اوج تو یہ ہے کہ اس کو بارگاہِ ازل میں ''محبوبیت'' کا رتبہ حاصل ہے۔

دیکھا نہیں کہ ابلیس گو مقرب رہا، مگر ذرا سی سرکشی میں راندۂ بارگاہ کر دیا گیا اور تیرے جدِ اعلیٰ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے بتانے جتانے کے باوجود لغزش ہوئی، ہوسکتا تھا کہ اس پر گرفت سخت ہوتی اور آدم کو اپنے بچاؤ کی صورت بھی کوئی سجھائی نہیں دے رہی تھی، مگر ربِ رحیم کے اس مخصوص اندازِ کرم پر حور وملائک بھی رشک کھا گئے ہوں تو عجب نہیں کہ آدم کے قلبِ لرزاں میں خود بارگاہِ عفو ہی سے ''دعا'' کا جذبہ پیدا فرما دیا گیا اور ''کلماتِ دعا'' بھی القا کیے گئے، قرآن گواہ ہے کہ: ''فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ'' ''پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔'' کہا یہ گیا کہ اے آدم! تم اپنی زبانِ معذرت یوں کھولو: ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ'' (الاعراف، ع:۲) ''اے رب! ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم تو تباہ ہی ہو جائیں گے۔'' ہم معاف کر دیں گے۔ چنانچہ دھڑکتے ہوئے دل اور لڑکھڑائی زبان سے آدم نے جب یہ دعا کی تو معافی اور بخشش کا پروانہ فوراً مل گیا: ''ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى'' ''پھر اس کے رب نے اس کو نوازا تو اس پر مہربانی سے توجہ کی اور سیدھی راہ دکھائی۔'' دیکھ لیا، نوازش کا بہانہ ''دعا'' ہی کو بنایا گیا، ''مناجاتِ مقبول'' پہلے عطا کی، پھر دامنِ مراد بھر دیا۔

کریمِ ازل کی یہ لطف نوازی صرف آدم ہی کے ساتھ نہ تھی، بلکہ آج بھی ہر اس آدم زاد کے ساتھ ہے جو محبتِ الٰہی کے اس درجے کو پہنچ چکا ہو کہ اس کی ''مُحبّیت'' نے محبوبیت کا شرف پالیا ہو، اب وہ محبوبِ سبحانی ہے، اس کا دل، دلنواز نے سنبھال لیا ہے۔ ''قلب المؤمن بین اصبعین من أصابع الرحمٰن۔'' (الحدیث) ''مومن (کامل) کا قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے'' وہی جب چاہتا ہے دل کو سکینت سے معمور کر کے شکر پر اُبھارتا ہے اور جب چاہتا ہے سوز وگداز پیدا کر کے فریاد وزاری اور دعا ومناجات پر مضطر کر دیتا ہے اب دعا بھی دلبر کی طرف سے ہے اور عطا بھی اسی کا کرشمہ۔

عارف رومیؒ نے اس رمز کو کس خوبی سے بیان کیا ہے: آں دعائے بے خوداں دیگر است آں دعا زونیست گفت داور است آں دعا حق می کند چوں او فنا است آں دعا و آں اجابت از خدا است۔ یہ ''دعا'' کا نقطۂ اوج ہے، یہاں پہنچ کر انبیاء کے معاملے میں وحی الٰہی ہے اور خاصانِ حق کے معاملے میں الہامِ ربانی اور بہرصورت ''محبوبیت'' کی نشانی ہے، اسی لیے تو سید العارفین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے رتبہ وشرف کو یوں ظاہر فرمایا کہ: ''**الدعاء ھو العبادۃ**'' ''دعا ہی اصل عبادت ہے۔'' یہ نکتہ کی باتیں تھیں جو زبان کہہ سکی اور قلم لکھ سکا، آگے اللہ پاک سے التجا ہے کہ تجھ کو ''دعا'' کا خوگر بنا کر زینہ بہ زینہ اس کے مراتب کا مشاہدہ کرائے کہ: دعا:

۱-عرفانِ نفس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ۲-خوف وحزن کا تریاق ہے۔ ۳-جذبۂ عشق کی تسکین ہے۔ ۴-الہامِ ربانی اور شرفِ محبوبیت کی نشانی ہے!!

ہاں میں رمضانی مسلمان ہوں

نازش ہما قاسمی

جی رمضانی مسلمان۔ پورے سال نماز سے دور، دھینگامشتی میں چور، دینی احکام سے نابلد و نا آشنا، ۱۱ ماہ اپنے کام کاج میں مشغول رہنے والا، سال میں ایک ماہ پابندی سے نماز پڑھنے والا، ماہ صیام کا روزہ رکھنے والا، تیس دنوں تک گالم گلوج سے پرہیز کرنے والا، اذان کی آواز سنتے ہی نماز پڑھنے والا۔ دوسروں کو دھوکہ دینے سے گریز کرنے والا، چوری وڈاکہ زنی سے توبہ کرنے والا، رمضان کے چاند سے لے کر عید کے چاند تک اپنے غلط کاموں کو پینڈنگ میں رکھنے والا رمضانی مسلمان ہوں۔

میں تو ہوں مسلمان ہی؛ لیکن رمضانی مسلمان اس لیے کہ صرف نماز اور دیگر برائیوں سے اجتناب کو ہم اس مہینے میں خاص کر لیتے ہیں؛ اس لیے رمضانی مسلمان کہا جاتا ہے؛ حالانکہ نماز پنج وقتہ ہر دن فرض ہے؛ چوری وڈاکہ زنی سے گریز بھی ہمیشہ کرنا چاہئے، فریب و دھوکہ دہی بھی سال کے بارہ مہینے نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن ہم رمضانی مسلمانوں کے نزدیک صرف رمضان میں ہی نماز فرض ہے؛ اس لیے ہم رمضان میں خوب عبادت و ریاضت کرکے اپنے حساب سے سال بھر کا ذخیرہ کر لیتے ہیں؛ اس لیے ہمیں سال بھر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں پیش آتی (حالانکہ یہ سراسر اسلام مخالف عمل ہے)؛ لیکن کیا کریں، کام، دھام روزی روٹی کے چکر میں فرصت ہی نہیں ملتی۔

رمضان مقدس کے ہر ہر دن سے ہم خوب لطف اندوز ہوتے ہیں، پورے دن ٹوپیاں پہن کر، ٹوپی کی لاج رکھتے ہیں، اور کسی کو 'ٹوپی' پہنانے سے مکمل گریز کرتے ہیں، ماہ مقدس میں ہم رمضانی مسلمان کسی کو گالی دیتا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو انہیں منع کرتے ہیں اور سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا نہ کریں، اس سے آپ کے روزہ پر اثر پڑتا ہے، ہم رمضانی مسلمان ماہ مقدس میں انتہائی شریف النفس، غم خوار اور دوسروں کو امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنے والے بن جاتے ہیں۔

ہم میں سے اکثر رمضان میں سحری، روزہ، افطار کرنے کے بعد عشاء تک کھاتے پیتے رہتے ہیں اور کچھ کو توفیق ہوتی ہے تو وہ تراویح کا اہتمام کرتے ہیں اور ان اہتمام کرنے والوں کی بھی کئی قسمیں ہیں، کچھ تین دن والی تراویح نمٹاتے ہیں، کچھ چھے دن والی، کچھ دس دن والی، کچھ تیس دن والی، حسب مراتب ہم رمضانی مسلمان تراویح کی نماز پڑھ کر رمضان کی برکتوں کو سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاں میں وہی رمضانی مسلمان ہوں جو رمضان کے علاوہ تو خوب گالم گلوج، بدمعاشی، مخرب اخلاق عمل کرتا ہوں؛ لیکن رمضان آتے ہی اور شیطان کے قید ہوتے ہی سدھر جاتا ہوں، مسجد سے گھر، گھر سے مسجد بس یہی راستے ہوتے ہیں ہمارے، جہاں صرف ذکر کرتے، نماز پڑھتے، مسواک کرتے، وضو کرتے، قرآن

پڑھتے، روزہ رکھتے، افطار کرتے، سحری کرتے ہوئے وقت گزر جاتا ہے۔

پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا گزر جاتا ہے، اسی طرح تیس دن کا ہمارا عمل مکمل ہوتا ہے اور ہم بھی شیطان کے ساتھ آزاد ہوجاتے ہیں، پھر وہی فتنے، فریب، دجل، جعل سازی، مکاری، عیاری، نماز سے دوری، روزہ سے پرہیز، ایک دوسرے کو ستانا، تڑپانا، پریشان کرنا، معاملات میں دھوکہ دینا اپنا شیوہ رہتا ہے۔ پورے ماہ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں اسے سال کے گیارہ مہینے تک خرچ کرتے رہتے ہیں، لوگ ہمیں دعائیں بھی دیتے ہیں کہ ماشاءاللہ بچہ سدھر گیا ہے، پورے روزے تو رکھے ہی، نماز کی پابندی تو کی ہی؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ اعتکاف بھی کیا۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اعتکاف میں موبائل سے دور نہیں رہ پایا، وہاں سے بھی دوستوں کو ہینڈل کرتا رہا، گروپس کے چیٹ پڑھتا رہا، اہل خانہ کے حال چال دریافت کرتا رہا، کاروبار بھی سنبھالتا رہا اور موبائل کے ذریعے ہی اعتکاف کے فضائل و مناقب بتا کر دوستوں کو آمادہ کرتا رہا کہ وہ بھی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آجائیں اور پھر جم کر یہاں دوست واحباب نماز روزہ کے ساتھ ساتھ دوستی کے حقوق بھی ادا کریں اور ہمارے بلاوے پر اکثر دوست ہماری کمی کو محسوس کرتے ہوئے مسجد کا رخ بھی کر لیتے ہیں اور خود کو سدھرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

ہاں میں وہی رمضانی مسلمان ہوں جس کی اکثریت مہینے کے رمضان کے بیس دن انتہائی دل لگی سے روزہ، نماز، زکوٰۃ، صدقات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتے ہیں، پھر عید کی تیاریوں میں اتنا مصروف ہوجاتے ہیں کہ نماز کا پتہ بھی نہیں چلتا، روزہ کا احساس بھی نہیں رہتا، نئے جوڑے سلوانے، اہلیہ کے کپڑوں کی خریداری، بچوں کے جوتے، چشمے، شیر خورمہ اور دیگر پکوانوں کی تیاریوں میں جٹ جاتے ہیں، بچیوں کے لیے مہندی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور یکم شوال کو جشن مناتے ہیں، خداوند قدوس کے انعامات کو سمیٹتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ اب کھانا کھانے کی آزادی مل جائے گی، روزہ نہیں رکھنا پڑے گا، پان، بیڑی، گٹکھا، سگریٹ اور گل کا استعمال آزادانہ طور پر کرسکیں گے۔ چیاشی (چائے نوشی) پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔

خیر آپ روزانہ نماز پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ ہم رمضانی مسلمانوں کے لیے دعا کردیں کہ خدا ہمیں بھی آپ کی طرح مسلسل نماز پڑھنے والا بنادے۔ ہمیں بھی حلاوت ایمانی نصیب ہو، اور ہم بھی آپ کی طرح پورے سال نماز پڑھیں، نفلی روزوں کا اہتمام کریں، مغلظات بکنے سے پرہیز کریں، دوسروں کو نہ ستائیں، بڑوں کی عزت کریں، چھوٹوں سے محبت والا رویہ اپنائیں، والدین کی قدر کریں جس طرح رمضان میں کرتے ہیں، بھائیوں کے ساتھ اخوت کا معاملہ رکھیں، دھوکہ دہی سے اجتناب کریں، جس طرح رمضان میں ہم برائیوں سے بچے ہوئے تھے اسی طرح سال کے دوسرے مہینوں میں بھی ہم برائیوں سے بچتے رہیں، اللہ ہم سب کو سال کے بارہ مہینے عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور برائیوں سے بچاتا رہے۔ آمین!

صدقۂ فطر کے احکام ومسائل

مولانا محمد نجیب قاسمی

زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں: زکوٰۃ المال: یعنی مال کی زکوٰۃ جو مال کی ایک خاص مقدار پر فرض ہے۔ زکوٰۃ الفطر: یعنی بدن کی زکوٰۃ، اس کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کیا ہے؟ فطر کے معنی روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اُس صدقہ کا نام صدقۂ فطر ہے جو ماہ رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے، نیز صدقۂ فطر رمضان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفارہ بھی بنتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "زَكَاةُ الفِطْرِ طُهْرَةٌ لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ، وَ طُعْمَةٌ لِّلْمَسَاكِين" صدقۂ فطر روزہ دار کی بے کار بات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداود، ابن ماجہ)

صدقۂ فطر مقرر ہونے کی وجہ: عید الفطر میں صدقہ اِس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اِس میں روزہ داروں کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور اُن کے روزوں کی تکمیل ہے۔ نیز مال داروں کے گھروں میں تو اُس روز عید ہوتی ہے، مختلف قسم کے پکوان پکتے ہیں، اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں، جب کہ غریبوں کے گھروں میں بوجہ غربت اسی طرح روزہ کی شکل موجود ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مال دار اور اچھے کھاتے پیتے لوگوں پر لازم ٹھہرایا کہ غریبوں کو عید سے پہلے صدقۂ فطر دے دیں، تاکہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہوسکیں، وہ بھی اچھا کھا پی سکیں اور اچھا پہن سکیں۔

صدقۂ فطر کا وجوب: متعدد احادیث سے صدقۂ فطر کا وجوب ثابت ہے:

☆... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (بخاری ومسلم) ☆... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ (ابوداود) ☆... اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ترمذی)

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ ضروریات سے زائد اُس کے پاس اُتنی قیمت کا مال واسباب موجود ہو جتنی قیمت پر زکاۃ واجب ہوتی ہے تو اُس پر عید الفطر

کے دن صدقۂ فطر واجب ہوگا، چاہے وہ مال واسباب تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو، چاہے اُس پر سال گزرے یا نہیں۔ غرضیکہ صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے زکاۃ کے فرض ہونے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دیگر علماء کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے نصاب زکاۃ کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے، یعنی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات سے زائد کی خوراک اپنے اور زیر کفالت لوگوں کے لیے ہو تو وہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت: عید الفطر کے دن صبح ہوتے ہی یہ صدقہ واجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گیا تو اُس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوا اور جو بچہ صبح سے پہلے پیدا ہوا تو اُس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت: صدقۂ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ہے، البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر نماز کے لیے جانے سے قبل ادا کر دیا جائے۔ (بخاری) حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے، حتی کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی ادا کر دیتے تھے۔ (بخاری) نمازِ عید الفطر کی ادائیگی تک صدقۂ فطر ادا نہ کرنے کی صورت میں نمازِ عید کے بعد بھی قضا کے طور پر دے سکتے ہیں، لیکن اتنی تاخیر کرنا بالکل مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اِس سے صدقۂ فطر کا مقصود ومطلوب ہی فوت ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکاۃ (صدقۂ فطر) ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔ (ابوداود) لہٰذا نماز عید سے قبل ہی صدقۂ فطر ادا کریں۔

صدقۂ فطر کی مقدار: کھجور اور کشمش کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں علمائے امت کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک صاع (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا ایک پیمانہ) صدقۂ فطر ادا کرنا ہے، البتہ گیہوں کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں اس کی مقدار کے متعلق علمائے امت میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ گیہوں میں آدھا صاع صدقۂ فطر میں ادا کیا جائے۔ حضرت عثمان، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں کے ساتھ گیہوں میں آدھا صاع مروی ہے۔ ہندوستان وپاکستان کے علماء بھی مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر میں گیہوں آدھا صاع ہے، یہی رائے مشہور ومعروف تابعی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے۔

صدقۂ فطر میں آدھا صاع گیہوں کے دلائل: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جَو یا کھجور یا کشمش سے ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے گیہوں سے صدقۂ فطر نکالنے کے سلسلہ میں ان سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر میں آدھا صاع دیا جائے، چناں چہ لوگوں نے اسی کو معمول بنالیا۔ (بخاری ومسلم) امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ

اسی حدیث کی بنیاد پر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء نے گیہوں سے آدھے صاع کا فیصلہ کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گیہوں کے ایک صاع سے دو آدمیوں کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ کھجور اور جو کے ایک صاع سے ایک آدمی کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ (دارقطنی، مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ضروری قرار دی۔ صحابۂ کرام نے گیہوں کے آدھے صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔ (بخاری ومسلم) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے اور آزاد و غلام پر گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ضروری ہے۔ (عبدالرزاق) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صدقۂ فطر میں گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ادا کرتی تھیں۔ (ابن ابی شیبہ)

وضاحت: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقۂ فطر میں ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کھانے کی اشیاء سے دیا جائے اور کھانے کی اشیاء سے مراد جو یا کھجور یا پنیر یا کشمش ہے، جیسا کہ اس حدیث کے خود راوی صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث کے آخر میں وضاحت کی ہے۔ لیکن اس میں کسی بھی جگہ گیہوں کا تذکرہ نہیں ہے، غرضیکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے کہ گیہوں سے ایک صاع دیا جائے، ہاں! حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب، حتی کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے کہ صدقۂ فطر میں گیہوں دینے کی صورت میں صحابۂ کرام آدھا صاع (یعنی تقریباً پونے دو کیلو گرام) گیہوں دیا کرتے تھے، جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث میں مذکور ہے۔

اکثر علماء کے قول کے مطابق جو یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کیلو) یا گیہوں کا نصف صاع (تقریباً پونے دو کیلو) یا اس کی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کرنی چاہیے لیکن اختلاف سے قطع نظر اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے اور وہ گیہوں سے بھی ایک صاع یا اس کی قیمت دینا چاہتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

کیا غلہ واناج کے بدلے قیمت دی جاسکتی ہے؟: حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت حسن بصریؒ، علمائے احناف اور دیگر محدثین وفقہاء وعلماء نے تحریر کیا ہے کہ غلہ واناج کی قیمت بھی صدقۂ فطر میں دی جاسکتی ہے۔ زمانہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اب تقریباً تمام ہی مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ عصر حاضر میں غلہ واناج کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ صدقۂ فطر میں گیہوں کی قیمت دینے والے حضرات تقریباً پونے دو کیلو گیہوں کی قیمت بازار کے بھاؤ کے اعتبار سے ادا کریں اور جو مالدار حضرات کھجور یا کشمش سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیں تو وہ ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کیلو کی قیمت ادا کریں، اس میں غریبوں کا فائدہ ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحق کون ہیں؟: صدقۂ فطر غریب وفقیر مساکین کو دیا جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزرا "طُعْمَۃٌ لِلْمَسَاکِین"۔

فقہ وفتاوی

ادارہ

رمضان اور روزے سے متعلق چند مسائل

مسئلہ: رمضان میں مغرب کی اذان کے بعد جماعت میں اتنی تاخیر بہتر ہے کہ اطمینان کے ساتھ روزہ دار کھا پی کر جماعت میں شرکت کر سکے۔لہٰذا اذان کے بعد دس بارہ منٹ تاخیر افضل ہے غیر رمضان میں یہ حکم نہیں ہے۔

مسئلہ: رمضان المبارک میں فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ اول وقت میں زیادہ لوگ جماعت میں شرکت کرتے ہیں اور اگر خوب چاندنا ہونے کے بعد پڑھی جائے تو بہت سوں کی جماعت چھوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں حقہ اور بیڑی پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

مسئلہ: حقہ، بیڑی، پان وغیرہ سے روزہ افطار کرے گا تو افطار صحیح ہو جاتا ہے لیکن بہتر نہیں ہے۔

مسئلہ: غیر مسلم کی افطاری سے افطار کرنا جائز اور درست ہے۔

مسئلہ: رگوں میں مسامات کے ذریعہ اگر کوئی چیز روزہ دار کے بدن میں پہنچائی جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔اس لئے انجکشن سے روزہ پر کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔

مسئلہ: روزہ میں انجکشن کی طرح گلوکوز چڑھانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ: بحالت صوم بواسیر کے ان مسوں پر دوا لگانا جائز ہے جو باہر نکل آتے ہیں اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ لیکن کسی آلہ کے ذریعہ اندر داخل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ صرف باہر کے مسوں پر لگانا جائز ہے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں کان میں تیل اور دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن پانی پہنچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ناک میں دوا ڈالنے اور پانی پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح حلق میں پہنچنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔لہٰذا غسل جنابت میں غرغرہ اور استنشاق میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں سر میں تیل لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

مسئلہ: آنکھ میں دوا ڈالنے سے اور سرمہ لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی روزہ بدستور باقی رہتا ہے اگرچہ اس کا اثر حلق میں محسوس کیوں نہ ہو۔

مسئلہ: اگر مسواک کرتے وقت اس کا ریشہ حلق میں داخل ہو کر پیٹ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔اگر تھوک خون کے برابر ہے یا زیادہ ہے اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر خون کم ہو تو فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں منہ میں اگر شدت مرض کی وجہ سے دوا لگائی جائے تو بلا کراہت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔

مسئلہ: روزہ میں منجن، ٹوتھ پیسٹ، دنداسہ وغیرہ لگانا مکروہ ہے ان سے احتراز کرنا چاہئے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں خون نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہے کہ روزہ کی طاقت باقی نہ رہے تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: بوقت ضرورت دانت نکلوانا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں عورت کے لبوں پر سرخی لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔لیکن اگر منہ کے اندر پہنچنے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر وضو وغیرہ کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔قضاء لازم ہے کفارہ نہیں لیکن پھر دن بھر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: شیخ فانی یعنی اگر کوئی شخص بالکل بوڑھا اور ضعیف ہو جائے اور روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو تو ضعیف کے لیے روزوں کا فدیہ ادا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: حاملہ اور کمزور عورت یا مریض کے لیے روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہے۔اور اگر فدیہ دے دیا تو صحت یابی کے بعد دوبارہ رکھنا لازم ہوگا۔

فدیہ کی مقدار یہ ہے کہ ہر ایک روزہ کے عوض میں ایک صدقۂ فطر یا اس کی قیمت فقراء کو دی جائے اور ایک صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گیہوں سے جو موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۴۷رگرام ۶۴۰ رملی گرام ہے۔

مسئلہ: ایک روزہ کا فدیہ متعدد مساکین کو دے سکتے ہیں اور اسی طرح ایک مسکین کو متعدد روزوں کا فدیہ دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کے اندر بڑا ٹب رکھا ہوا ہے اور غسل کرنے سے غسل کا پانی مسجد میں نہیں گرتا ہے تو اس میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے معتکف کے لئے غسل کرنا، نفلی وضو کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: معتکف کو اگر احتلام ہو جائے تو آداب مسجد کی رعایت کرتے ہوئے تیمم کر کے باہر نکلے اور بہت جلد غسل کر کے واپس ہو جائے اور اس احتلام کی وجہ سے اعتکاف اور روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔اور سونے کی حالت میں احتلام ہو جانا اور ریح خارج ہو جانا آداب مسجد کے خلاف نہیں۔

مسئلہ: معتکف کے لئے اگر کوئی کھانا لانے والا نہیں ہے یا کسی سے کہنے کی ہمت نہیں ہے تو کھانا لانے کے لئے بھی باہر نکل سکتا ہے اس میں دیر نہ لگائے اور کھانا مسجد میں لا کر کھائے۔

مسئلہ: حقہ، بیڑی کے بغیر طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو معتکف کو چاہئے کہ مغرب کے بعد بہت جلد یہ ضرورت پوری کر کے واپس آ جائے۔

افسانہ

ادارہ

راحیل میری دوسری بیوی کے پہلے شوہر سے تھا۔۔۔! جڑواں بیٹوں کی پیدائش کے وقت کچھ ایسی پیچیدگی پیدا ہوگئی کہ میری پہلی بیوی بچ نہ سکی۔۔۔! بچوں کی دیکھ بھال کہ لیئے امّاں فوری طور پر خیر النساء کو بیاہ لائیں۔۔۔! اور یوں راحیل بھی ہماری زندگی میں چلا آیا۔۔۔! پہلے دن امّاں نے اس کا تعارف کرواتے وقت کہا بیٹا! خیر النساء بہت اچھی عورت ہے۔۔۔! اور دُکھی بھی ہے تیرے گھر اور بچوں کو بہت پیار سے سنبھال لے گی۔۔۔! بس اپنے بچوں کی خاطر تجھے اس کے لڑکے کو بھی گھر میں برداشت کرنا ہوگا۔۔۔! اب وہ اُس بدذات کو بھلا کہاں چھوڑے۔۔۔؟

امّاں کی اس بات نے میرے دِل میں ایک گِرہ لگا دی۔۔۔! دِل کے ایک کونے میں کینہ پلنے لگا۔۔۔! راحیل بہت تمیز دار بچہ تھا۔۔۔! ایک چیز جو میں نے شدت سے نوٹ کی کہ میرے سرد رویئے کے باوجود وہ مُجھ سے بہت محبت کرتا۔۔۔! اور میرے رویے سے اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔! صبح جب میں ناشتے کے لیئے کھانے کی میز پر آتا۔۔۔! راحیل انتہائی تمیز کے ساتھ اسلام علیکم ابّا جان کہتا اور بھاگ کر میرے آگے اخبار رکھتا۔۔۔!

میرے دِل میں لگی گِرہ ڈھیلی ہوتی کہ ساتھ ہی آواز آتی ارے بدذات چل اپنی ماں سے کہہ جلدی ناشتہ لا، میرے بچے کو دیر ہو رہی ہے۔۔۔! وعلیکم السلام کے ساتھ راحیل کے سر پر پیار دینے کے لیئے اٹھتا ہاتھ وہیں میری اپاہج سوچ کے ساتھ لڑتا اور شکست کھا کر ڈھیر ہو جاتا۔۔۔! خیر النساء نے میرے گھر اور بچوں کو اچھی طرح سے سنبھال لیا تھا وہ بہت صابر عورت تھی۔۔۔! کبھی شکوہ زبان پر نہ لاتی۔۔۔!

مُجھے یاد ہے ایک دن راحیل اُس سے پوچھ رہا تھا امّی جان بدذات کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ میرا پورا جسم کان بن گیا میری سماعتیں شدت سے خیر النساء کے جواب کی منتظر تھیں۔۔۔۔! مسکرا کر کہنے لگیں جب کوئی بہت پیارا لگے اور نظر لگنے کے ڈر سے آپ بتانا نہ چاہیں تو اُسے بدذات کہتے ہیں۔۔۔! اُس دن میں نے دیکھا راحیل بہانے بہانے سے سارا دن امّاں کے اِرد گرد پھرتا رہا۔۔۔! کبھی جاۓ نماز بچھا کر دے رہا ہے اور کبھی زرا سے کھانسنے پر پانی کا گلاس اُن کے آگے رکھ رہا ہے۔۔۔

! امّاں کی آواز آئی ارے بدذات کیوں میری جان کھا رہا ہے ڈرامے باز۔۔۔! جا دفعہ ہو جا کر کچھ پڑھ لے۔۔۔! کیا جاہل رہ کر میرے بیٹے کے مال پر عیش کرتا رہے گا۔۔۔! راحیل نے کھٹ سے امّاں کے گلے میں باہیں ڈالیں چٹا چٹ اُن کی گال پر پیار کیا اچھا پیاری دادی جان کہا اور بھاگ گیا۔۔۔! میں وہیں امّاں کے تخت کے پاس بیٹھا دیکھ رہا تھا امّاں کی آنکھوں میں ہلکی سی نُور کی چمک نظر آئی اور پھر معدوم ہوگئی۔۔۔!

کیسے بدقسمت تھے ہم ماں بیٹا اور کیسے خوش بخت تھے وہ ماں بیٹا۔۔۔! خیر النساء نے بچے کے دِل میں نفرت کی گرہ نہیں لگنے دی تھی۔۔۔! اور میری ماں مُجھ او نچے لمبے مرد، پیشہ کے اعتبار سے وکیل کے دِل میں کس آسانی کے ساتھ گرہ لگانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔۔۔!

مُجھے جوتے جمع کرنے کا بہت شوق تھا اچھے جوتے میری کمزوری تھے۔۔۔! میری وارڈ روب میں ایک سے بڑھ کر ایک جوتا موجود تھا۔۔۔! راحیل بہت شوق سے میرے جوتے پالش کیا کرتا۔۔۔! کئی بار میں نے اسے بڑی دلجمعی سے جوتے چمکاتے دیکھا۔۔۔! اور سچ بات تو یہ ہے کہ میرا دِل خوش ہو جاتا جوتے دیکھ کر۔۔۔!

مُجھے یاد ہے ایک دفعہ میں نے خوش ہو کر صرف اتنا کہا واہ راحیل کمال کر دیا تم نے اور اسے پانچ سو کا نوٹ انعام دیا۔۔۔! بھاگا بھاگا امّاں کے کمرے میں گیا دادی دادی دیکھیں ابّا نے مُجھے انعام دیا ہے۔۔۔! گھر کے ملازمین سے لے کر گھر میں آنے والے ایک ایک مہمان کو بتا تا کہ ابّا نے مُجھے انعام دیا ہے۔۔۔! امّاں نے ہنہ بدذات دفعہ ہو جا کہہ کر منہ پھیر لیا۔۔۔!

کاش امّاں اُسے خیر النساء کی خاطر ہی ایک بار گلے سے لگا لیتیں۔۔۔! جس نے اُن کے پوتوں کو اپنے جگر کے ٹکڑے سے بڑھ کر پیار دیا تھا۔۔۔! امّاں کی لگائی ہوئی نفرت کی دھیمی آنچ پر میری انا کا بُت پکتا رہا۔۔۔! خیر النساء کی میرے بچوں اور گھر کے ساتھ بے پناہ محبت اور احسان بھی انا کے اس بُت کو توڑ نہ پایا۔۔۔!

راحیل کی تمام خوبیوں کے باوجود میں نے کبھی اسے سینے سے نہیں لگایا تھا۔۔۔! ہاں مگر میں نے اس پر خرچ کرنے یا اس کی ضروریات پوری کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔۔۔! خیر النساء اتنے ہی میں مطمئن تھی۔۔۔! وقت گزرتا رہا بچے بڑے ہو گئے۔۔۔! عمر اور علی میرے جُڑواں بیٹے۔۔۔! اعلیٰ تعلیم کے لیئے ملک سے باہر چلے گئے۔۔۔! راحیل نے میٹرک کے بعد تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا۔۔۔! میرے بہت چاہنے کے باوجود وہ پڑھ نہیں سکا۔۔۔!

سارے محلے کا لاڈلا تھا صبح کا گھر سے نکلا شام کو گھر آتا۔۔۔! اکثر ہاتھ پر پٹی بندھی ہوتی جانے کہاں سے چوٹ لگوا کر آتا تھا۔۔۔! خیر النساء نے میرے دریافت کرنے پر کہا فکر نا کریں مُجھے بتا کر جاتا ہے میری اس پر نظر ہے۔۔۔! وقت نے امّاں کو ہم سے چھین لیا۔۔۔! آخری وقت میں راحیل نے امّاں کی بہت خدمت کی۔۔۔! کئی بار اپنی گود میں اُٹھا کر ہسپتال لے جانے کے لیئے گاڑی میں بٹھایا۔۔۔! اُن کا کمزور وجود باہوں میں بھر کر کئی راتیں حیدر نے ہسپتال کے بیڈ پر جاگ کر گزار دیں۔۔۔

! جانے کس مٹّی سے بنا تھا یہ راحیل حالانکہ اب اس کو بدذات کا مطلب بھی سمجھ میں آنے لگا تھا۔۔۔! مرتے سمے امّاں کے ہاتھ راحیل کے آگے جُڑے ہوئے تھے۔۔۔! جنہیں چُوم کر اُس نے اپنے ہاتھوں سے امّاں کی آنکھیں بند کیں اور میرے ساتھ انہیں لحد میں اُتارا۔۔۔!

میرے دونوں بیٹے چاہنے کے باوجود دادی کی آخری رسومات میں شریک نہ ہو پائے۔۔۔! اُس دن امّاں کی لگائی گرہ ڈھیلی ہوگئی بالکل ڈھیلی۔۔۔! بس ایک بار راحیل کو گلے سے لگانے کی دیر تھی کہ کُھل جاتی مگر انا کو شکست دینا کہاں میرے بس میں تھا۔۔۔! عمر اور علی نے پڑھائی مکمل ہونے کے بعد شادیاں کر لیں اور اُدھر کے ہی ہو کر رہ گئے۔۔۔! سال میں ایک بار بس ملنے کے لیئے آجاتے۔۔۔! گھڑی پر سوئیوں کا رقص جاری تھا اب کے ڈانس سٹیپ میں وقت کا پاؤں میری قسمت پر تھا۔۔۔! مُجھے اپنی کارکردگی پر ایک بہت بڑا ایوارڈ ملنے والا تھا۔ کہ مُجھے فالج ہو گیا۔۔۔! چمکتے بوٹ پہننے والے پاؤں مفلوج ہو گئے۔۔۔!

کیا عثمان شاہ ننگے اور ٹھہرے پاؤں کے ساتھ وہیل چیئر پر ایوارڈ وصول کرے گا۔۔۔! جس انا کے بُت کو میں نا توڑ پایا اللہ نے اُسے توڑ ڈالا تھا۔۔۔! نوکروں کی فوج کے باوجود راحیل میرے سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتا۔۔۔! تقریب والے دن اُس نے مُجھے اپنے ہاتھوں سے بہترین لباس پہنا کر تیار کیا جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو سکول کے پہلے دن کے لیئے تیار کرتا ہو۔۔۔!

اور پھر ایک انتہائی خُوبصورت کالے چمڑے کے بوٹ میرے پاؤں میں پہنانے لگا۔۔۔! جو کہ اسپیشل میرے پاؤں کے لیئے بنے تھے۔۔۔! مُجھے جوتوں کی بہت پہچان تھی جو تے کسی بہت مہنگی کمپنی پر آرڈر دے کر بنوائے گئے تھے۔۔۔! ایوارڈ کے لیئے میری وہیل چیئر چلانے کے لیئے اسپیشل انتظام تھا۔۔۔!

مگر راحیل خود میری وہیل چیئر چلا کر سٹیج پر لایا۔۔۔! ایوارڈ ملنے کے بعد میرے گال پر بوسہ دیا اور کہنے لگا Iam proud of you baba...! میں کہنا چاہتا تھا۔۔۔! میں بہت بار راحیل سے کہنا چاہتا تھا I am proud of you my son...! مگر کبھی نہ کہہ سکا۔۔۔! وہ ایک بار پھر جیت گیا۔۔۔!

یہ مائیں بڑی ظالم ہوتی ہیں ان کی لگائی گرہیں بہت سخت ہوتی ہیں وقت کے ساتھ ڈھیلی تو پڑ جاتی ہیں مگر کُھل نہیں پاتیں۔۔۔! میرے کان میں امّاں کی آواز آئی بدذات۔۔۔! آج شاید میری انا کا امتحان تھا۔۔۔! ایوارڈ کی تقریب کے بعد راحیل مُجھے جوتوں کی ایک فیکٹری میں لے گیا۔۔۔! اندر داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا ہر کوئی راحیل کو "سلام صاحب سلام صاحب" کہہ رہا ہے اور پھر راحیل مجھے ایک دفتر میں لے گیا جہاں ایک بہت خُوبصورت بزرگ بیٹھے تھے۔۔۔!

راحیل کو دیکھتے ہی اُٹھ کر آئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے مبارک ہو عثمان شاہ صاحب۔۔۔! اللہ کو کوئی تو آپ کی بات پسند آئی ہوگی جو اُس نے آپ کو راحیل جیسا بیٹا دیا۔۔۔! یہ آپ کے بیٹے کی فیکٹری ہے۔۔۔! آپ کا بیٹا دنیا کا سب سے مشہور شومیکر ہے۔۔۔!

مُجھے یاد ہے ایک دفعہ میری پسند کے بہت مہنگے جوتے خراب ہو گئے تھے۔۔۔! جوتے اٹلی کے تھے اور واپس کمپنی میں بھیجنے میں بہت وقت لگتا۔۔۔! راحیل نے بڑے ماہر موچی "بابا جی" کو ڈھونڈ کر اُن سے میرے جوتے مرمت

کروائے۔۔۔!یہ وہی جوتے تھے جن پر خوش ہو کر میں نے اُسے پانچ سو کا نوٹ انعام میں دیا تھا۔۔۔!بابا جی کی مہارت دیکھتے ہوئے میرے شوق کی خاطر راحیل نے اُن سے جوتے بنانے کا فن سیکھا۔۔۔!اوراب راحیل کے بنائے جوتے پوری دنیا میں مشہور تھے۔۔۔!یورپ سے امراء راحیل کو اپنے جوتے بنوانے کے لیئے بلاتے مگر وہ مُجھے اور اپنی ماں کو چھوڑ کر کبھی نہیں گیا۔۔۔!بابا جی نے ساری کہانی سنائی۔۔۔

!اُس وقت راحیل کے پٹی بندھے ہاتھ میری آنکھوں کے سامنے آتے رہے۔۔۔!اُس کے ہاتھوں میں چُبھنے والی سوئیاں میرے سارے جسم میں چھید کر گئیں۔۔۔!میرے جسم میں سوئیاں ہی سوئیاں چُبھی تھیں۔۔۔!کون نکالے گا اُنہیں کیا میری توبہ میرے زخم بھر پائے گی۔۔۔!

گرہ کُھل گئی تھی انا کا بُت ٹوٹ چکا تھا۔۔۔!میں نے راحیل کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔۔۔!اُس راحیل کے سامنے جسے اماں بدذات کہتی تھیں۔۔۔!راحیل نے میرے آنسو صاف کیئے۔۔۔!میرے قدموں میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا میرے سب دوستوں کے پاس ابو تھے۔۔۔!نانی مُجھے اللہ سے دُعا مانگنے کا کہتیں اور میں نے بہت بار اللہ سے دعا مانگی۔۔۔! آپ میری دُعاؤں کا ثمر تھے۔۔۔!میرے اللہ کا انعام تھے۔۔۔!میں آپ سے محبت کیسے نہ کرتا۔۔۔! آپ مُجھے بہت پیارے ہیں ابّا۔۔۔! آپ کی نظرِ کرم پانچ سو کا وہ ایک نوٹ وہ میری زندگی کی کتاب کا سب سے بہترین Note بن گیا۔۔۔!جس نے میری زندگی بدل ڈالی۔۔۔!میں اپنے ابا کا پسندیدہ بیٹا بننا چاہتا تھا۔۔۔!

اور وہ بن گیا۔۔۔!وہ میرا سب سے پیارا بیٹا بن گیا۔۔۔!خیر النساء پاس بیٹھی رو رہی تھی مگر اُس کی پیشانی چمک رہی تھی۔۔۔!وہ راحیل کی ماں تھی اُس نے راحیل کو محبت کرنا سکھایا تھا۔۔۔! کاش میری ماں نے بھی مجھے محبت کرنا سکھایا ہوتا۔۔۔! اُس رات جب راحیل نے اپنے ہاتھوں سے بنا ہو میرے بوٹ اتار کر مجھے بیڈ پر لٹایا۔۔۔!تو زندگی میں پہلی بار میں نے اُس کا منہ چوم کر کہا:

I love you more than everything!...I am proud of you my son

طب وصحت

رمضان المبارک میں کھجور کا استعمال

ادارہ

رمضان المبارک میں افطار کے وقت کھجور کا استعمال اس کی افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کھجور ایک بابرکت اور لذیذ پھل ہے، اس میں بے پناہ توانائی پوشیدہ ہے۔ دن بھر بھوکا پیاسا رہنے سے روزہ دار کے جسم میں توانائی کم ہوجاتی ہے جسے پورا کرنے میں اس کا اہم کردار ہے، طبی ماہرین بھی اس کے استعمال کو سودمند قرار دیتے ہیں۔

مسلمان روزہ کھجور کے ساتھ ہی افطار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا پسندیدہ پھل اور سنت ہے، کھجور رمضان المبارک میں استعمال ہونے والا سب سے پسندیدہ پھل ہے۔ شیریں، خوش ذائقہ، زودہضم اور توانائی سے بھرپور پھل کھجور کا استعمال رمضان المبارک میں کثرت سے کیا جاتا ہے، غذائیت اور کیلوریز سے بھی بھرپور ہونے کے باعث طبی ماہرین نے افطاری کے ساتھ ساتھ سحری میں بھی کھجور کے استعمال کو انتہائی مفید قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ روزہ داروں کو دن بھر توانا رکھتا ہے۔

یوں تو کھجور دنیا کے مختلف ملکوں میں پیدا ہوتی ہے تاہم مقامات مقدسہ کی قربت کی وجہ سے سعودی عرب میں پیدا ہونے والی کھجوروں کو دنیا بھر کے مسلمان عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سعودی عرب میں کھجور کی لگ بھگ سو سے زائد قسمیں پائی جاتی ہیں، ایک دور میں پوری مملکت میں سب سے زیادہ کھجور کی پیداوار کا شرف مدینہ منورہ کو حاصل تھا، لیکن اب دیگر علاقوں میں بھی کھجور وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ کھجوروں میں چند مقبول نام عجوہ، برہی، خلص، خضری، مجدولہ، نبوت، سیف، سقی اور سکری ہیں۔

آیئے جانتے ہیں کہ کھجور میں کون سے اجزاء شامل ہیں جو انسانی جسم کو تندرست رکھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ کھجور میں شامل میگنیشیئم بلڈ پریشر کم کرتا ہے، پٹھوں، اعصاب اور شریانوں کو پرسکون رکھتا ہے، ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے، پھیپھڑے کے سرطان سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور اس میں موجود تانبے کے ساتھ مل کر ہائپرٹینشن اور دل کی دھڑکن کو قابو میں رکھتا ہے۔ کیلشیئم جو کھجور کا ایک اہم جزو ہے، یہ عضلات، شریان اور اعصاب کو پھیلاتا ہے ہڈیوں کی تعمیر کرتا ہے اور ہڈیوں کے بھربھرے پن کی بیماری اوسٹیوپوروسیس سے بچاتا ہے۔

کھجور میں موجود پوٹاشیم دل کے پٹھوں کو مضبوط بناتا ہے، بھوک بڑھاتا ہے، پٹھوں کی اکڑن سے بچاتا ہے، ہڈیوں کے ڈھانچے کو بہتر کرتا ہے اور کینسر کا خطرہ گھٹاتا ہے، اس پھل میں شامل فاسفورس دانتوں اور ہڈیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ کھجور میں شامل آئرن اس کا اہم حصہ ہے جو وٹامن بی ٹو اور کاپر کے ساتھ مل کر خون کے سرخ خلیات کی تعمیر میں مدد کرتا ہے، بذریعہ خون پٹھوں اور خلیات تک آکسیجن کی فراہمی ممکن بناتا ہے اور بصارت کو بہتر کرتا ہے۔

مختصر احوال وکوائف

جَامِعَۃُ السَّعَادَۃ
و
جَامِعَہ اِسْعَادُ البَنَات

شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کیرانہ شاملی یوپی

۱۴۴۶ھ☆۲۰۲۵ء

بانی ومہتمم

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

شعبۂ نشر واشاعت

جامعۃ السعادۃ

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ، قصبہ کیرانہ، ضلع شاملی۔ یوپی 247774

رابطہ نمبر 09319530768 / 9359602830

8630449150

عرضِ حال

''جامعۃ السعادۃ'' مغربی یوپی کے مردم خیز قصبہ ''کیرانہ، شاملی'' کا ایک عظیم ومنفرد ادارہ ہے۔ جس کے مقاصد میں سے قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت کے ساتھ، ایسے باصلاحیت رجال کار تیار کرنا ہے، جو ملت اسلامیہ کی علمی، دینی اور فکری قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں اور اپنی خوابیدہ قوم کو بیدار کر سکیں۔ یہ ادارہ ۱۴۲۸ھ سے علم کی شمع جلانے اور اس کی لو کو تیز کرنے میں مصروف ہے، بچوں اور بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ، عربی، اردو اور انگریزی زبان بولنے ولکھنے کی ان کے اندر صلاحیت پیدا کرنے اور صحیح ڈھنگ سے ان کی تربیت کرنے، نیز عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے اس کے خصوصی تعلیمی وتربیتی پروگرام اور انتہائی علمی ووقیع ماہ نامہ ''تحقیقات اسلامی'' کی پابندی کے ساتھ اشاعت ایسے کارنامے ہیں کہ کم ہی ادارے اس قلیل مدت میں اس منزل کو حاصل کر پاتے ہیں۔ جامعہ کی مستقل اپنی انتہائی خوبصورت ودیدہ زیب دومنزلہ عمارت ہے، جس میں تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ۱۴؍شعبے قائم ہیں۔ طلبہ کی ایک کثیر تعداد دارالاقامہ میں مقیم ہے جن کے قیام وطعام اور لباس وفوری علاج کا جامعہ کفیل ہے اور دیگر ہر طرح کی سہولیات انہیں فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جامعہ باضابطہ طور پر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور دار العلوم ندوۃ العلماء ہی کے نصاب کے مطابق ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم کے ساتھ حفظ مع تجوید، ناظرہ قرآن کریم، دینیات اور حکومت ہند سے منظور شدہ انگلش میڈیم اسکول کے تحت درجہ پانچ تک کی تعلیم ماہر اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔

جب کہ بچیوں کی خصوصی تعلیم وتربیت کے لئے علاحدہ سے ''**جامعہ اسعاد البنات**'' قائم ہے۔ اس کی بھی سہ منزلہ انتہائی محفوظ، خوبصورت اور ہر طرح کی سہولیات سے مزین عمارت ہے۔ بچیوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں، یہ ادارہ بھی باضابطہ طور پر ندوۃ العلماء سے ملحق ہے۔ جس میں ندوہ ہی کے نصاب ونظام کے مطابق از درجہ پرائمری تا عالمیت کی تعلیم جاری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر اور دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) بھی سکھائی جاتی ہے۔

جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مخیّر حضرات کے تعاون ہی سے تمام امور انجام پاتے ہیں۔ جامعہ کے شعبہ جات کا مختصر تعارف اور ترجیحی ضروریات وغیرہ پیش خدمت ہیں، نیز مالی فراہمی کے لئے جامعہ کے نمائندے آپ کے علاقوں میں جا رہے ہیں، امید کہ ماہ مبارک کی مخصوص دعاؤں میں آپ ادارے کو یاد رکھیں گے، نمائندوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں گے اور صدقات، زکوٰۃ وعطیات کی رقوم سے جامعہ کا بھرپور تعاون فرمائیں گے۔ **ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین**

محمد عرفان ثاقب قاسمی

شعبہ جات

۱-شعبۂ ناظرہ قرآن کریم: اس شعبے میں داخل طلبہ کو اولاً بطرز ہردوئی نورانی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے، اس کے بعد مخارج کی مکمل رعایت کے ساتھ قرآن کریم ناظرہ پڑھایا جاتا ہے۔

۲-شعبۂ دینیات: اس شعبے میں بچوں کو اسلامی کلمے اور ادعیۂ مسنونہ کے حفظ کے ساتھ، طریقۂ طہارت، وضو اور نماز کی عملی مشق کرائی جاتی ہے نیز اسلام کی بنیادی معلومات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۳-شعبۂ اردو: اردو زبان جو مسلمانانِ ہند کی مادری زبان ہے، بلکہ غیروں کے تعصب نے جیسے اسلامی زبان بنادیا ہے۔ اس شعبے میں اس زبان کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔

۴-شعبۂ علوم عصریہ (جامعۃ السعادۃ پبلک اسکول): حالات وضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ایک اہم پیش رفت، بلکہ اگر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مدارس کی دنیا میں سب سے پہلا قدم جامعہ نے یہ اٹھایا ہے کہ جامعہ میں داخل تمام ہی طلبہ وطالبات کے لئے علوم عصریہ: انگلش، ہندی، حساب، کمپیوٹر کی تعلیم کا باقاعدہ حکومتِ ہند سے منظور شدہ انگلش میڈیم اسکول کے تحت تعلیم کا انتظام کیا ہے۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جامعہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد طلبہ وطالبات کسی بھی اعلی عصری اسکول میں داخلہ لینے کے مجاز رہتے ہیں۔

۵-شعبۂ حفظ وتجوید: اس شعبے میں بہترین حفاظ وقراء کی نگرانی میں اصول تجوید کی مکمل رعایت کے ساتھ بچوں کو حفظ قرآن کریم کرایا جاتا ہے اور اصول تجوید کی بنیادی معلومات سے واقف کرایا جاتا ہے۔

۶-شعبۂ فارسی: فارسی زبان، جس کا شمار اسلامی زبانوں میں ہوتا ہے اور عربی کے بعد بڑا اسلامی سرمایہ اسی زبان میں ہے، نیز اردو زبان میں بے شمار اس کے الفاظ مستعمل ہیں، آج متروک ہوتی جارہی ہے، نسل نو تقریباً اس سے ناواقف ہے۔ اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے یہ ایک سالہ شعبہ قائم کیا گیا ہے، جس میں بقدر ضرورت اس زبان سے طلبہ کو واقف کرایا جاتا ہے اور اسے پڑھنے وسمجھنے کی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۷-شعبۂ عربی: جامعہ باضابطہ طور پر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور جامعہ کا نصاب ونظام اسی اعتبار سے مرتب ہے۔ فی الحال ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم جاری ہے۔ یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے طلبۂ عزیز دار العلوم ندوۃ العلماء جاکر اپنی علمی تشنگی سے سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ مستقبل میں مزید عربی درجات اور تخصصات کے شعبوں کے اضافے کا پروگرام ہے۔ اللہ رب العزت آسان فرمائے۔ (آمین)

۸-شعبۂ نشر واشاعت: عام مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے واقف کرانے، بدعات وخرافات سے بچانے اور فرقِ ضالہ: قادیانیت، رضاخانیت وغیرہ کی اسلام مخالف سازشوں سے آگاہ کرنے کے لیے اس شعبے کا قیام عمل میں

آیا ہے، جس میں مستند علماء کرام کی نگرانی میں مختلف موضوعات پر کتب، پمفلٹ اور رسائل شائع کر کے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

جامعہ سے شائع شدہ چند کتابیں:

(۱) التوحید (دلائل توحید اور ردکفر وشرک پر مدلل ومفصل کتاب) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۲) طلاق کا اختیار عورت کو کیوں نہیں — تحریر: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب

ترتیب وتخریج: مولانا صغیر احمد پرتاپ گڑھی

(۳) اسلام کا نظام طلاق (نقل وعقل کی روشنی میں) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۴) موڈرن عورت — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۵) تفسیر پارہ عم — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۶) مختصر لغات القرآن — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۷) اسلام کا پیغام انسانیت کے نام — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۸) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ اول) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۹) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ دوم) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۰) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ سوم) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۱) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ چہارم) — تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

ماہ نامہ "تحقیقاتِ اسلامی"

ماہ نامہ ''تحقیقات اسلامی'' جو انجمن دعوت الی الحق کی ترجمانی کے ساتھ ''جامعۃ السعادۃ'' کی بھی ترجمانی کرتا ہے، جامعہ ہی کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہوتا ہے۔ ''تحقیقاتِ اسلامی'' کا اجراء ۲۰۰۸ء میں ہوا تھا۔ یہ رسالہ پہلے سہ ماہی تھا، جنوری ۲۰۱۱ء سے اسے ماہ نامہ کر دیا گیا اور اب ۴۸ رصفحات پر مشتمل یہ رسالہ پابندی کے ساتھ ہر ماہ شائع ہو رہا ہے۔

رسالہ ''تحقیقاتی اسلامی'' عصر حاضر کے سلگتے مسائل، دینی واصلاحی مضامین کے ساتھ علمائے اسلام کے تحقیقی مضامین کو بھی شائع کرتا رہتا ہے، نیز دشمنانِ اسلام کی جانب سے اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن پر کئے جانے والے اعتراضات کا مسکت جواب دیتا رہتا ہے۔

۹- شعبۂ مطبخ: اس شعبہ سے دار الاقامہ میں مقیم تمام ہی طلبہ وطالبات کے کھانے وناشتے کا نظم کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ دیگر شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو بہ حسن وخوبی انجام دے رہا ہے اور حتی الامکان کھانے میں وسعت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

۱۰-شعبۂ تنظیم وترقی: یہ ایک انتہائی حساس شعبہ ہے،اس سے جہاں مالیات کی فراہمی وابستہ ہے، وہیں طلبہ وطالبات کی ضروریات: بجلی، پانی، پنکھا،صفائی ستھرائی،علاج معالجہ وغیرہ نیز آمدوصرف کا مکمل حساب رکھنا اور ماہانہ وار اسے ترتیب دینا بھی متعلق ہیں۔

۱۱-شعبۂ تعمیرات: تعمیرات کی منصوبہ بندی اور اس کی نگرانی وغیرہ اس شعبہ سے متعلق ہے۔کسی بھی ادارے کے لیے تعمیر اہم اور بنیادی ضرورت ہے جس کی جانب جامعہ پہلے ہی دن سے متوجہ ہےاور کرائے کی عمارت سے شروع ہونے والا جامعہ، آج ایک بڑی اراضی پر کئی ایک رہائشی کمروں ،درس گاہوں اور ایک بڑے ہال پر مشتمل دومنزلہ انتہائی خوبصورت ودیدہ زیب عمارت کی شکل میں مصروف خدمت قرآن وحدیث ہے۔

لیکن اب پھر جامعہ اپنے دائرۂ عمل کی وسعت اور تشنگان علوم نبوت کی کثرت کی وجہ سے اپنی تمام تر وسعتوں اور سہولتوں کے باوجود تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگا ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے ایک بڑی مسجد، دار القرآن، دارالحدیث، لائبریری اور مزید درس گاہوں ورہائشی کمروں کی تعمیر کے لیے ۱۶ربیگھے کی ایک بڑی اراضی خرید لی گئی ہے۔جس پر عنقریب ہی تعمیرات کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔جواللہ رب العزت کی نصرت اور مخیر حضرات کے تعاون ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت غیب سے ان منصوبوں کی تکمیل کا سامان فراہم کرے اور مخیر حضرات کو دست تعاون بڑھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔(آمین)

۱۲-شعبۂ لائبریری: مدرسہ اور کتاب دونوں ایسے لازم وملزوم ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔جامعہ کے قیام سے ہی یہ شعبہ برسرعمل ہے۔ یہ شعبہ جہاں داخل طلبہ کی نصابی کتب کا انتظام کرتا ہے وہیں حضرات اساتذہ واہل علم کے مطالعہ اور تحقیق کے لیے مطلوبہ کتابیں بھی فراہم کرتا ہے۔محدود وسائل کی وجہ سے ابھی انتہائی محدود ہی کتابیں ہیں مزید کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔

۱۳-شعبۂ دعوت وتبلیغ: عام مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کرنے اور مسلم معاشرے میں پھیلی برائیوں کے مضر اثرات سے لوگوں کو واقف کرانے کے لیے یہ شعبہ قائم کیا گیا ہے،اس کے تحت وفود کی شکل میں علماء کی جماعت مسلم علاقوں میں جاتی ہےاور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔نیز طلبہ میں تحریر وتقریر اور دعوت وتبلیغ کا ملکہ پیدا کرنے اور اس کے اسلوب سے واقف کرانے کے لیے اسی شعبہ کی نگرانی میں ہر جمعرات کو ہفتہ واری پروگرام منعقد ہوتا ہے،جس میں طلبۂ عزیز تقریر کی مشق کرتے ہیں، جب کہ تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے دیواری ماہنامے کی اشاعت کا نظم ہے۔

۱۴-شعبۂ نسواں:

جامعہ اسعاد البنات

’’جامعہ اسعاد البنات‘‘ کا قیام ماہ شوال ۱۴۳۲ھ میں ہوا۔فی الحال بچیوں کی ایک بڑی تعداد علوم کتاب وسنت کے

حصول میں مصروف ہے، جب کہ ان کی تعلیم وتربیت پر پورا ایک عملہ مقرر ہے۔اس کی بھی اپنی دومنزلہ انتہائی محفوظ،خوبصورت اوربچیوں کے اعتبار سے ہرطرح کی ضروریات وسہولیات سے مزین عمارت ہے۔بچیوں کی نگرانی اوران کی تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں۔یہ ادارہ بھی باضابطہ طور پر ندوۃ العلماء سے ملحق ہےاور ندوہ ہی کے نصاب ونظام کے مطابق از درجہ پرائمری تاعالمیت کی تعلیم جاری ہے،ساتھ ہی کمپیوٹراوردست کاری (سلائی،کڑھائی،امورخانہ داری) بھی سکھائی جاتی ہے۔

جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔مخیرّ حضرات سے اپیل ہے کہ صدقات،زکوۃ اورعطیات کی رقوم سے جامعہ کا تعاون فرمائیں۔ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

محمد عرفان ثاقب قاسمی

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ،کیرانہ ضلع شاملی۔یوپی 247774

رابطہ نمبر 09319530768 / 8630449150

Tehqiqat-e-Islami

Post No. UP/MZN- 86/2015-17 RNI No: upurd/2011/42786
Kairana, Distt. Shamli (U.P) India
E-mail: tahqiqat-eislamia@yahoo.com
Website: www.jamiakairana.com
www.shariyahacademy.com , academy2016web@gmail.com

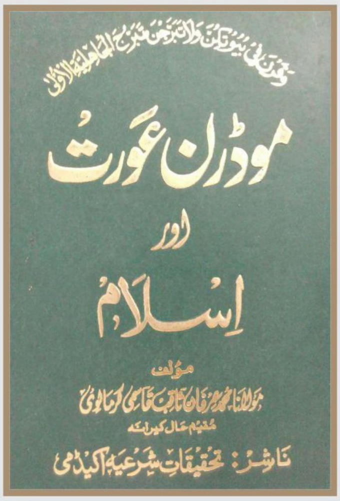

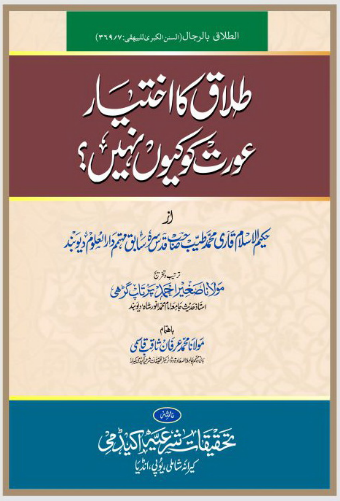

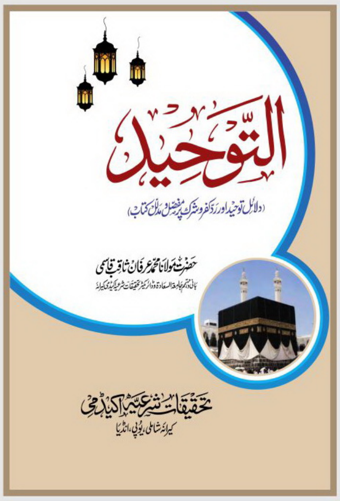

JAMIATUS SA'ADAH
Moh.Ibrahim Pura, (Aal Kalan) Shamli Road,
Kairana, Distt. Shamli U.P Pin: 247774
Mob: 09359602830, 09319530768